قیمت ۱۲ ر

اشاعت اول

رینالڈس کے مشہور ناولوں کے ترجمے

نام کتاب	نام ترجمہ	نام مترجم	صفحات	قیمت
مسٹریز آف لنڈن (سلسلہ اول)	فسانہ لنڈن (۸ حصے)	منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری	۲۳۴۸	۵/۸
" (سلسلہ ثانی)	" (۲۳ حصے)	"	۲۴۸۰	۵/۱۴
سمیسٹرس	سوزن عشق	پنڈت بشمبر ناتھ صاحب سپرو	۵۱۹	۱/۸
پوپ جان	طلسمات	منشی خلیل الرحمن صاحب	۶۸	۱/۸
فاسٹ	فریب حسن	خواجہ اکبر حسین صاحب	۵۵۰	۲/۸
مے ڈلٹن	شکستہ دل	مسٹر بی۔ ایم کمار	۱۳۶	۱۲/
لیلی یا سٹار آف منگریلیا	فسانہ الہ دین ولیلی	منشی محمد امیر حسن صاحب	۶۲۷	۱/۸
برونز سٹیچو	لعبت فرنگ	منشی رام نرائن صاحب	۲۷۴	۲/۸
مارگرٹ	مارگرٹ	منشی گرجا سہائے صاحب بی۔ اے	۱۴۸	۱۲/
عمر	عمر پاشا (۲ حصے)	منشی غلام قادر صاحب فصیح سیالکوٹی	۵۰۳	۱/۸
سولجرس وائف	سپاہی کی دلہن	ڈاکٹر لکشمی دت صاحب عابر	۱۴۴	۱۲/
روز المبرٹ	روز المبرٹ (۲ حصے)	منشی جے نرائن صاحب ورما اثر لکھنوی	۳۵۶	۱/۸
نیکرو منینسر	اسرار (۲ حصے)	منشی صدیق احمد صاحب	۴۶۴	۱/۴
دیگبز دی دہرولف	دیگز ونیڈا	منشی محمد امیر حسن صاحب	۶۲۴	۲/
ماسٹر ٹموتھیز بک کیس	دھوکا یا طلسمی فانوس	منشی سجاد حسین صاحب مرحوم	۳۶۱	۲/
کینتھ	پاداش عمل (۵ حصے)	مولوی صدیق حسن صاحب	۱۱۰۰	۳/۱۲
میری پرائس	سرگذشت (۴ حصے)	منشی نوازش علی صاحب	۱۱۱۰	۳/۱۲
الفرڈ	شادکام	منشی امجد حسین خاں صاحب مرحوم	۲۱۰	۱۰/
لوز آف دی حرم	اسرار حرم	منشی احمد الدین صاحب بی۔ اے مرحوم	۲۱۰	۱۲/
ینگ ڈچس	شام جوانی (دو حصے)	منشی نوبت رائے صاحب نظر لکھنوی	۹۰۰	۲/۱۵
فشرمین	نیرنگ	سید احمد شاہ صاحب لکھنوی	۹۵	۸/

لال برادرس ۷۔ پارسنز روڈ نولکھا۔ لاہور

سلسلہ ثانی
تئیسویں جلد
فسانہ لندن
منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری
ایڈیٹر رسالہ ترجمان
۱۹۲۱ء
لال برادرس
۷- پارسنز روڈ نولکھا لاہور
جارج سٹیم پریس لاہور میں باہتمام لالہ
ایشر داس پرنٹر چھپا
اشاعت اول
قیمت ۱۲ر
حقوق محفوظ

فہرست مطالب

سلسلہ ثانی

فسانہ لندن

تئیسویں جلد

باب ۱۸۷
پاگل خانہ

مسٹر سمتھسن کو رخصت ہوئے بہت دیر نہ گذری تھی کہ پاگل خانہ کے ایک نہایت خوشنما اور وسیع کمرہ میں رات کا دسترخوان بچھایا گیا۔

میز پر ہر طرف چاندی کی بھاری پلیٹیں اور چینی کے ظروف آراستہ تھے۔ وسط میں چاندی ہی کے بہت بڑے قاب پر ایک شاندار ایپرن یعنی نمایشی گلدان رکھا ہوا تھا۔ اور بلور کی صراحیوں میں رنگارنگ کی چمکدار شراب چھت سے لٹکے ہوئے فانوس کی سنہری روشنی میں عجیب بہار دکھا رہی تھی۔

دسترخوان پر ۱۲ سے زیادہ آدمی بیٹھے۔ جو سب درجہ اول کے مریض تھے۔ کیونکہ ڈاکٹر صاحب کے شریک طعام ہونے کا شرف انہی کو حاصل تھا۔

خود ڈاکٹر سونٹن میز کے ایک سرے پر بیٹھے اور ہمارے پرانے دوست مسٹر شیپ شینکس دوسرے پر۔ محترم پادری صاحب اگرچہ اب سالخوردہ نظر آتے تھے تاہم ان کی صورت میں اس وقت کے بعد جب ہمارے ناظرین نے آخری مرتبہ ان کی زیارت کی۔ اسقدر کم تبدیلی ظہور میں آئی تھی نہ ہماری رائے میں اس جگہ ان کے حلیہ مبارک کی تفصیلی کیفیت غیر ضروری ہوگی۔ مختصر یہ کہ ان کا زرد

لمبوترا چہرہ اب بھی ویسے ہی آثار ریا لیے ہوئے تھا جیسے اس وقت جب عدالت دیوالہ میں اُن کے درشن ہوئے تھے۔ بال ہرچند کہ سپید ہو چکے تھے۔ تاہم انہیں ویسی ہی صفائی سے پیشانی پر برش کیا گیا تھا۔ اور آواز میں اب بھی وہی گنگناہٹ اور تقریر میں وہی مذہبیت موجود تھی جس سے ہمارے ناظرین نے اس وقت واقفیت حاصل کی تھی۔ جب وہ جزایر بحر جنوبی کی انجمن اشاعت انجیل کے جلسہ میں شریک تھے۔

ایک نووارد کی حیثیت میں مسٹر گرینبی کا خاص طور پر احترام کیا گیا۔ اور وہ ڈاکٹر صاحب کے دائیں طرف بیٹھا۔ لیکن ظاہری حالات سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ وہ بدنصیب اس اعزاز کی اہمیت سے سراسر بے خبر ہے۔ کیونکہ اس نے گفتگو میں بہت کم حصہ لیا۔ بہت ہی کم خوراک کھائی۔ اور وقت کا بڑا حصہ دیوانوں کی طرح بغیر کسی مدعا کے سامنے کی طرف گھورتے رہنے میں صرف کیا۔

ہاں مگر یہ بات قابل ذکر ہے کہ کھانا کھانے کے کمرہ میں داخل ہو کر اس نے پہلی نظر جو چاروں طرف ڈالی وہ نہایت متجسس اور ہمہ گیر تھی۔ اس ایک نظر میں اس نے سارے مریضوں کے چہروں کو غور سے دیکھ لیا۔ اور اس کے بعد پھر ایسی صورت اختیار کر لی۔ گویا اس کا ذہن کسی بات کو سمجھنے یا کسی چیز کو غور سے دیکھنے سے سراسر قاصر ہے۔

جس وقت سارے آدمی میز پر بیٹھ گئے۔ تو ڈاکٹر کہنے لگا "مسٹر شیپ شینکس۔ آپ کھانا شروع کرنے سے پہلے دعا فرمائیے"

"بہت اچھا جناب" پادری صاحب نے کہا اور اس کے بعد ایسی صورت بنا کر گویا اسے مقتل میں لیے جا رہے ہوں۔ اس نے گنگناتے ہوئے لہجہ میں اتنی لمبی چوڑی دعا کی کہ دیوانے منتظرین میں سے ایک تو بیٹھا بیٹھا سو گیا۔ اور اس وقت تک بیدار نہ ہوا۔ جب تک [illegible] کی مہک نے اسکی قوت شامہ کو متاثر کر کے اس بات سے خبردار کیا کہ کھانا دسترخوان پر آ چکا ہے۔ اس بارہ میں مطمئن ہو کر کہ سب حاضرین کو ہر قسم کا سامان اکل کافی تعداد میں مل چکا ہے۔ ڈاکٹر سونٹن کہنے لگا "ہاں تو مسٹر شیپ شینکس اب آپ کا مزاج کیسا ہے؟ صبح آپ گرانی کی شکایت کر رہے تھے۔۔۔"

"جی ہاں افسوس" محترم پادری نے گہری آہ کھینچ کر نہایت پر درد لہجہ میں کہا "خداوند خدا کی یہی مرضی تھی کہ وہ مچھلی جو میں نے کل شام وافر مقدار میں کھائی۔ میرے معدہ سے ناموافقت کرے۔۔۔ یا شاید یہ ساری خرابی اس کلکٹری کی تھی جو میں نے استعمال کی۔ بہرحال میرے [illegible]۔ کچھ تو خداوند خدا کی حکمت کاملہ اور کچھ اس سیاہ دوا کے اثر سے جو میں نے استعمال کی۔ اب

میری حالت بہتر ہے۔ لیکن میں دیکھتا ہوں۔ کچھ عرصہ سے میری بھوک دن بدن زائل ہوتی جا رہی ہے"
اور یہ کہتے ہوئے مسٹر شیپ شینکس نے قریباً آدھ سیر کبوتر کے گوشت کا سنبوسہ ختم کر ڈالا۔

چند منٹ کے وقفہ کے بعد ڈاکٹر بولا "مسٹر شیپ شینکس آپ اجازت دیں تو میں تھوڑی سی بھنی ہوئی بطخ پیش کروں"

"صاحب۔ آپ کی عنایات اتنی لامحدود ہیں کہ میرے لیئے انکا سراسر ناواجب ہوگا" پادری صاحب نے کہا "میں نے ابھی اس سنبوسہ کو ذرا سا چکھا ہے۔ اور اب خداوند خدا کی مدد سے شاید اس بطخ کے ایک دو نوالے لے سکوں"

"کیوں نہیں"۔ ڈاکٹر نے کہا۔ "مگر آپ معدہ کی تقویت کے لیئے ذرا سی شراب بھی تو لیجیئے"

"آہ! آپ نے خوب فرمایا۔ یہی نصیحت انجیل مقدس میں پال نے ٹموتھی کو کی تھی۔ جہاں اس نے فرمایا "تھوڑی سی شراب معدہ کے لیئے . . ." مسٹر شیپ شینکس نے گنگناتے ہوئے کہا اور خود بھی اس پند آسمانی پر عمل کرنے کے لیئے اس ریاکار نے کلیرٹ کا ایک ثابت گلاس پر کر کے بلا توقف ختم کر دیا۔

اتنے میں بطخ کے گوشت کی پلیٹ اس کے سامنے پہنچ چکی تھی۔ اس میں بطخ کی ایک ٹانگ ایک بازو اور سینہ کا بڑا حصہ موجود تھا۔ اسے دیکھ کر پادری نے اس طرح کراہنے کی آواز پیدا کی گویا اُسے ختم کرنا ایک عظیم آفت کا مقابلہ کرنے کے برابر ہو۔

اس جگہ ہم یہ بیان کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ خود ڈاکٹر سونٹن بسیار خور آدمی تھا۔ اور ایسے شخصوں کی صحبت میں بہت خوش ہوتا تھا جو اس کی طرح شکم سیر ہوں۔ پادری شیپ شینکس کی یہ خوبی اسے سب سے زیادہ پسند تھی کہ جو کچھ سامنے آئے سب چٹ کر جاتا تھا۔ اور یہ بات وہ تجربہ سے معلوم کر چکا تھا۔ کہ مکار پادری جس وقت یہ کہے کہ مجھے قطعاً بھوک نہیں ہے۔ اس وقت سب سے زیادہ کھاتا تھا۔ اسی لیئے اس نے اس کے سامنے بطخ کے گوشت کی بڑی مقدار رکھی تھی اب جو اس نے اسے کراہتے ہوئے سنا تو سمجھ لیا کہ یہ پلیٹ منٹوں میں ختم ہوتی ہے۔ اور مجھے دوسری مہیا کرنے کے لیئے پہلے سے تیار رہنا چاہیئے۔

شکم سیر ہونے کے ساتھ ہی ڈاکٹر سونٹن سیر چشم بھی تھا۔ اور دوسروں کو بکثرت کھاتے دیکھ کر اُسے رنج کی بجائے دلی خوشی ہوتی تھی۔ اس کے علاوہ درجہ اول کے مریضوں سے اُسے

چونکہ نہایت معقول معاوضہ ملتا تھا۔ اس لئے خرچ میں بھی بخل نہیں کرتا تھا۔ کیونکہ ہر قسم کے اخراجات نکال کر بھی اُسے معقول بچت ہو جاتی تھی۔

اسی قسم کی سطحی گفتگو جس کا نمونہ ہم نے اوپر درج کیا ہے۔ ڈاکٹر اور شیپ شینکس میں کچھ عرصہ تک ہوتی رہی۔ مریض اس اثنا میں بالکل خاموش رہے اور کسی نے کوئی بے جا حرکت نہیں کی۔ فی الحقیقت اگر ان میں سے بعض کی نگاہوں میں اور چہرہ پر وہ خاص علامات جو دیوانگی سے مخصوص سمجھی جاتی ہیں موجود نہ ہوتیں تو کسی کو معلوم ہی نہ ہوتا کہ کمرہ میں دیوانوں کا مجمع ہے۔

کھانا ختم ہوا تو مسٹر شیپ شینکس نے پھر ایک لمبی دعا کی۔ لیکن چونکہ معدہ کی گرانی کے باوجود اس نے خوب کھایا۔ اور بوتل کو بھی خوب ہی لنڈھایا تھا اس لئے بار بار اس کی آواز اس قدر گلوگیر ہو جاتی تھی۔ کہ الفاظ صاف طور پر سمجھ میں نہیں آتے تھے۔ چنانچہ کئی بار تو ایسا معلوم ہوا کہ وہ کسی نامعلوم زبان میں بول رہا ہے۔ بہرحال اس کے جو حصے سنے اور سمجھے جا سکے ان سے ظاہر ہوتا تھا کہ پادری صاحب دعائے مغفرت پڑھ رہے ہیں۔ اور اس کے خاتمہ کے قریب تو وہ اپنی ہی دعا سے خود اس قدر متاثر ہوئے کہ رونا شروع کر دیا۔ ہم نہیں کہہ سکتے یہ ان کی بڑھی ہوئی روحانیت کا اثر تھا یا ان کی پر درد دعا کا نتیجہ۔ بہرحال کوئی ادنئے خیالات کا آدمی جو روحانیات کی بلندی سے بے خبر ہو اس موقعہ پر ان کی حالت دیکھ کر ضرور یہی کہتا کہ یہ بسیار نوشی کا نتیجہ تھا کیونکہ بہت پی کر انسان اکثر اس نوبت کو پہنچ جاتا ہے۔

لیکن محترم پادری کی یہ حالت بھی ڈاکٹر سونٹن کی ناراضگی کا موجب نہیں ہوئی۔ کیونکہ اسے سب زیادہ اس بات کا فخر تھا۔ کہ میرے مکان میں ایک شخص موجود ہے جو خوب دل کھول کر کھاتا پیتا ہے۔

اس اختتامی دعا کے بعد ڈاکٹر کے ملازم سادہ وردیاں پہنے مختلف مریضوں کو ان کے جداگانہ کمروں میں لے جانے کے لئے نمودار ہوئے لیکن مسٹر گرینی کے لئے ایک نئے مریض کی حیثیت میں چونکہ نئے کمرے کا انتظام کرنا تھا۔ اس لئے ڈاکٹر سونٹن نے اسے اس کے کمرہ میں پہنچانے کا فرض اپنے اوپر لیا۔

نئے مریض نے ڈاکٹر کے اشارہ کو سمجھ کر ساتھ چلنے پر آمادگی ظاہر کی۔ چنانچہ ایک خوشنما زینہ کی راہ سے چلتے ہوئے یہ دونوں دوسری منزل کے برآمدہ میں پہنچے۔ جہاں فرش پر قالین بچھا ہوا تھا چھت میں فانوس آویزاں تھے۔ اور زیبائش کی خاطر جا بجا سنگ مرمر کے بت رکھے ہوئے تھے

برآمدہ کے پیچھے کئی کمروں کے دروازے تھے۔ جن میں سے ہر ایک پر کوئی خاص نمبر درج تھا اس برآمدہ میں پہنچکر ڈاکٹر نے ایک تار کھینچا۔ جس کا تعلق بالائی منزل پر گھنٹی سے تھا۔ اس گھنٹی کے بجنے سے ایک معزز صورت اچھی عمر کی عورت نمودار ہوئی۔

سر خادمہ سے مخاطب ہوکر ڈاکٹر سونٹن نے کہا "مسز رابرٹ مسٹر گرینبی کے لئے کونسا کمرہ مخصوص کیا گیا ہے؟"

"جناب عالی۔ میں نے اس شخص کو... آپ سمجھتے ہوں گے میرا اشارہ کس کی طرف ہے... وہی جو کمرہ نمبر ۷ میں رہتا تھا۔ دوسری جگہ منتقل کر دیا ہے..."

"میں سمجھ گیا" ڈاکٹر نے کسی قدر بے صبری کے لہجہ میں کہا جس سے معلوم ہوتا تھا۔ وہ نہیں چاہتا میری خادمہ ایک اجنبی شخص کے سامنے اس بارہ میں کوئی تفصیلی کیفیت بیان کرے "مگر تم نے اسے اب کس کمرہ میں ٹھیرایا ہے؟"

"جی نمبر ۱۲ میں" مسز رابرٹ نے جواب دیا "اس لیے آپ مسٹر گرینبی کو کمرہ نمبر ۷ میں رکھیے"

"بہت اچھا" ڈاکٹر نے کہا "مسٹر گرینبی۔ میرے دوست۔ میرے ساتھ آجاؤ"

نووارد مریض نے اسکی فوراً تعمیل کی۔ اور ڈاکٹر اس علیم الطبع شخص کو اس کمرہ میں لے گیا۔ جو اس کے لیے مخصوص کیا گیا تھا۔ یہ کمرہ واقعی فراخ۔ ہوادار اور اچھی طرح آراستہ تھا۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے۔ کہ سارے پاگل خانہ میں بہترین کمرہ یہی تھا۔ عام طور پر درجہ اول کے کسی نووارد مریض کو ابتدائی چند یوم کے لئے اسی کمرہ میں رکھا جاتا تھا۔ تاکہ جب اول مرتبہ اس کے رشتہ دار ملنے آئیں تو وہ مریض کو آسایش کی حالت میں دیکھکر مطمئن ہوں۔ بعد ازاں شخص مذکور کو کسی دوسرے۔ کم عمدہ مگر باآسایش کمرہ میں منتقل کر دینا کچھ دشوار نہ ہوتا تھا۔ جس سے یہ کمرہ کسی ویسے ہی نووارد کے لئے خالی ہو جاتا۔ کسی دیوانہ شخص کی طرف سے ایسی تبدیلی کی شکایت ہونا غیر ممکن تھا اور اس کے دوستوں اور رشتہ داروں کے سامنے کوئی بہانہ پیش کر دینا ڈاکٹر سونٹن جیسے زمانہ ساز شخص کے لئے کچھ بھی مشکل کام نہ تھا۔

خیر تو مسٹر گرینبی کو اس آراستہ کمرہ میں لے جا کر ڈاکٹر نے شمع میز پر رکھ دی۔ نوجوان مریض کو شب بخیر کہا۔ اور دروازہ بند کر کے وہاں سے چلا آیا۔ گو مسٹر سمتھسن کے کہنے کے مطابق اس نے اسے مقفل نہیں کیا۔

ڈاکٹر کے جاتے ہی مسٹر گرینبی کی صورت و اطوار میں ایک عظیم تبدیلی پیدا ہو گئی۔ چہرہ کی دیوانگی

ذہانت میں بدل گئی - اور اب وہ ایک پاگل - ابلہ شخص کی بجائے نہایت سمجھ دار ذہین اور باخبر آدمی نظر آنے لگا - ایسا معلوم ہوتا تھا - وہ کوئی خاص تجویز اپنے ذہن میں رکھتا اور اسے فوراً ہی عمل میں لانے پر آمادہ ہے -

اس معاملہ میں مزید رازداری کو کام میں نہ لاتے ہوئے ہم اپنے ناظرین کو یہ بتا دینا چاہتے ہیں کہ فرضی مسٹر گرینبی دراصل ہمارا قابل قدر دوست لارڈ ولیم ٹریولین تھا - اور سمتھسن جو اسے یہاں داخل کرانے آیا - اور جس نے ایک غم زدہ وفادار دوست کا پارٹ نہایت خوش اسلوبی سے ادا کیا لارڈ ممدوح کا وفادار خادم فنز جارج تھا -

دیوانگی کا پارٹ اچھی طرح ادا کرنے اور معاملہ کو ہر قسم کے شکوک سے بالاتر رکھنے کی غرض سے نوجوان امیر نے اپنے دوست ڈاکٹر برنس اور مسٹر سپائنسر کو اس قسم کی سند لکھ کر دینے پر آمادہ کر لیا تھا جس کی بدولت اس کے لئے ڈاکٹر سونٹن کے پاگل خانہ میں داخل ہونا ذرا بھی دشوار نہ تھا -

اس جگہ شاید یہ بیان کرنا بھی غیر ضروری نہ ہوگا - کہ جس وقت ڈاکٹر سونٹن اور اسکی سرخادمہ میں مختصر سی گفتگو ہوئی تو لارڈ ولیم نے بآسانی سمجھ لیا - کہ جس شخص کی طرف ان دونوں نے اشارہ کیا وہ سر گلبرٹ ہیتھ کوٹ کے سوا کوئی اور نہیں ہے - اور اسی کو کمرہ نمبر ۷ سے کمرہ نمبر ۱۲ میں بدلا گیا ہے - اس نے دیکھا تھا کہ اول تو خادمہ مسز پرو برٹ نے ہی اس کا ذکر مبہم لفظوں میں کیا - اور اس کے بعد ڈاکٹر نے فوراً قطع کلام کر کے اس انداز سے گویا وہ ڈرتا تھا - کہیں دیوار بھی اس ذکر کو نہ سن لے - یا ایک دیوانہ مریض بھی معاملہ کی نوعیت کو نہ سمجھ لے . . . کیونکہ وہ لارڈ ولیم کو فی الواقع دیوانہ سمجھتا تھا - . . اسے مزید کیفیت بیان کرنے سے روک دیا - ان سب باتوں نے ٹریولین کو یہ سمجھا دیا کہ وہ پراسرار مکین جس کی طرف ان دونوں نے اشارہ کیا - سر گلبرٹ ہی ہے - کم از کم اس بات کا اسے یقین ہو گیا - کہ اگر ان کا اشارہ سر گلبرٹ کی طرف تھا تو وہ اسی برآمدہ کے کمرہ نمبر ۱۲ میں مقیم ہے -

اب رات کے ۱۱ بج چکے تھے - اور چاند کی تیز روشنی میں جو پارہ کی طرح شفاف اور سپید تھی، کھڑکیوں کی آہنی سلاخوں میں سے گلوب ٹون کے مضافی حصہ کی تنگ گلیاں اور غلیظ سڑکیں صاف نظر آرہی تھیں -

ٹریولین تھوڑی دیر اس نظارہ کو دیکھتا رہا مگر جلدی ہی اس کی ہم آہنگی اور یکسانیت سے اکتا کر اس نے کمرہ میں اِدھر اُدھر پھرتے ہوئے اس کے مختلف حصوں کو نظر غور سے دیکھنا شروع کیا -

ایک طرف سیاہ آبنوس کی بھاری الماری ۔ نہایت خوشنما بنی ہوئی موجود تھی ۔ اس شخص کی طرح مادہ استعجاب دل میں لئے ہوئے جو ایک دو گھنٹہ کا عرصہ گذارنے کے لئے سامان مصروفیت تلاش کر رہا ہو ۔ اس نے اس کے بھاری دروازہ کو کھولا ۔ اس میں کئی خانے کمبلوں اور موسم سرما کے باقی سامان سے پُر تھے ۔ جسے گرما کی عدم ضرورت کی وجہ سے وہاں رکھ دیا گیا تھا ۔

ٹریولین دروازہ بند کرنے کو تھا کہ اُسے کمبلوں کے اندر لپٹے ہوئے کاغذوں کی صورت کی کوئی چیز نظر آئی ۔ اُس نے اُسے اُٹھایا تو معلوم ہوا وہ کاغذات کا پلندہ ہے ۔ اس میں فلسکیپ ائز کے کئی ۔ نئے عمدہ اور خوشخط عبارت میں لکھے ہوئے تھے ۔

اس نے کاغذات کو اُلٹ پلٹ کر دیکھنا شروع کیا ۔ تو مختلف تاریخوں کی بنا پر جو ان میں جا بجا درج تھیں معلوم ہوا کہ مضمون حال میں لکھا گیا ہے ۔ اس قسم کی دلچسپی کے زیر اثر جسے ادنےٰ مادۂ استعجاب سے بالاتر سمجھا جا سکتا ہے ۔ اس نے ان کاغذات کو نظر غور سے دیکھنا شروع کیا ۔

جس کام کے لئے وہ اس پاگل خانہ میں داخل ہوا ۔ اسکی تکمیل میں ابھی دو گھنٹہ کا وقفہ حائل تھا ۔ پس کھڑکی میں دیکھتے رہنے یا کمرہ کی چہل قدمی کرنے کی بجائے اس نے وقت گذارنے کا سہل طریقہ یہ سمجھا کہ ان کاغذات کے مضمون کا مطالعہ کیا جائے ۔

ایک میز کے قریب بیٹھ کر اس نے اس عجیب اور حیرت خیز داستان کو پڑھنا شروع کیا جو ان کاغذات میں قلمبند تھی ۔ اور جسے اس کی اصلی صورت میں آئندہ باب میں درج کیا جا رہا ہے ۔

باب ۱۸۸ پاگل کی سرگذشت

میرا خون لاوا کی ندی کی طرح جوش مار رہا ہے ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے بہت دیر تک رک رک سانس لینے کے بعد اب میں پھر ایک بار آزادی کے ساتھ تازہ ہوا میں سانس لینے کے قابل ہوا ہوں ۔ ہائے ! وہ کیا اذیت تھی جس نے میری روح کو اس طرح بے چین کیا ؟ ۔ ۔ ۔ وہ کیا تکلیف تھی جس نے میرے ذہن پر ایسے ناگوار اور خلاف فطرت اثرات ڈالے ؟ کیا میں خوفناک خیالات اور ہیبت ناخواب کی حالت سے ابھی بیدار ہوا ہوں ؟ کیا وہ سب کچھ جو صبا رفتار نظارہ کی طرح میرے ذہن پر اثر انداز ہوا ایک ہولناک حقیقت تھا ؟ وہ گلوگیر ہچکی کیا معنی

رکھتی ہے جو از خود میرے سینہ سے حلق کی طرف اُٹھی؟ الہٰی - ایسا معلوم ہوتا ہے - کہ انتہا درجہ دیوانگی آمیز خیالات چند منٹ کے عرصہ میں مرکوز ہو کر میرے دل پر اثر انداز ہوئے - کیا میں ہذیان کر رہا ہوں ؟ ... کیا واقعہ میں اسی شاندار آراستہ کمرہ میں میں اس میز کے قریب بیٹھا ہوا پیچ وتاب کھا رہا ہوں ؟ کیا واقعہ میں بادنسیم میرے گرم رخساروں کو پنکھا کرتی - پھولوں کی مہک میں بسی ہوئی مجھ تک پہنچ رہی ہے ؟ کیا واقعہ میں سورج کی روشنی کھلی کھڑکی سے مجھ تک آ رہی ہے ؟ اُف! یہ حقیقت ہے یا خواب ؟ بیداری ہے یا عالم رویا ؟ کیا اب تک میں اسی عالم اسفل کا باشندہ ہوں - جس کی یاد کچھ عرصہ سے متوحش خیالات اور خوفناک تخیلات نے میرے دل سے محو کر رکھی تھی ؟ اوہ - مجھے یاد ہے میں نے یہ قلم دوات اور کاغذ اس فراخ الماری سے حاصل کیا تھا جو نہایت عمدگی اور نفاست سے بنائی گئی ہے - رہ رہ کر یہ خیال میرے دل میں پیدا ہوتا ہے کہ بعض لوگ میری حرکات کی نگرانی کر رہے ہیں - مجھے اندیشہ ہے اگر انہوں نے مجھے اپنے خیالات کو قلمبند کرتے دیکھ لیا تو وہ ضرور خفا ہوں گے - آہ! میں اُن سے ڈرتا ہوں ...

بہت ڈرتا ہوں - مگر خدایا - میں کہاں ہوں ؟ میرے دماغ میں کیسی وحشت پیدا ہو گئی ہے - میرا خون کس لئے جوش سے ابل رہا ہے - میرے ہاتھ ان الفاظ کو صورت تحریر میں لاتے ہوئے کس لئے کانپ رہے ہیں ؟ کس واسطے میں اپنے خیالات کو تحریر کی صورت میں لا رہا ہوں ؟ اس سے حاصل کیا ہے ؟ میں نہیں جانتا اس کا کیا جواب دیا جا سکتا ہے - بہرحال میرا دل محسوس کرتا ہے کہ اس سے مجھے اطمینان اور سکون حاصل ہو سکیگا -

اگر کوئی شخص ... ان آدمیوں میں سے کوئی جنہیں میں نے آس پاس دیکھا ہے - اس کمرہ میں داخل ہونے کی کوشش کرے تو میں ان کاغذات کو اسی الماری میں چھپا دوں گا - یا کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ اپنے بستر کے نیچے یا قالین کی تہ میں رکھ دوں ؟ مگر نہیں ... وہ الماری ہی سب سے محفوظ جگہ ہے -

ہائے! میں کس لیئے اس باغ کی سیر نہیں کرتا - جو سامنے نظر آتا ہے ؟ کس لئے میں ان کھیتوں میں نہیں جاتا - جو فاصلہ پر لہلہاتے دکھائی دیتے ہیں ؟ یہ فرحت بخش ہوا جو کمرہ کے اندر مشام جان کو تازہ کر رہی ہے - وہاں ان کھلے کھیتوں میں کتنی زیادہ پر لطف ثابت ہو گی - جی چاہتا ہے - مرغزاروں کی سیر کروں ... بے شک مجھے وہیں جانا چاہیئے -

مگر کیا بات ہے کہ میں نے دروازہ کھولنے کی کوشش کی تو اُسے بند پایا ؟ کون ہے جو

مجھ سے اس طرح کا سلوک کرتا ہے؟ .. مجھ سے جو ایک شریف اور نجیب آدمی ہوں۔ میں ایسا سلوک برداشت نہیں کرسکتا۔ میں اپنے بھائی مجسٹریٹ سے اس بدسلوکی کے خلاف دادخواہی کروں گا وہ یقیناً ان بدبختوں کو پھانسی کی سزا دیگا۔ جنہوں نے مجھ سے اس قسم کا گستاخانہ سلوک کیا۔

اے خدا۔ میں کیا دیکھتا ہوں۔ ہائے! اس کھڑکی میں سلاخیں کیوں لگائی گئی ہیں؟ اُف! اے آسمان۔ میں سچ مچ دیوانہ ہو جاؤنگا!۔

دیوانہ

یہی لفظ تھا جو کل میں نے آخری فقرہ میں لکھا ... غالباً کل ہی کا واقعہ ہے کہ میں نے کسی کو دروازہ کی طرف آتے سن کر ان کاغذات کو جلدی سے الماری کے اندر رکھ دیا تھا۔ ہاں مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ کل ہی ان کاغذات کو رکھنے کے بعد اس کمرہ میں ایک سیاہ پوش آدمی جس کے چہرہ سے علم و شرافت کا اظہار ہوتا تھا۔ اور جس کی واسکٹ سے بھاری زنجیر اور اس کے ساتھ کئی مہریں آویزاں تھیں داخل ہوا۔ بیرونی سیاہ کپڑوں کے اندر اس نے بالکل سپید قمیص پہنی ہوئی تھی۔ میں نے اس کی طرف بڑے غور سے دیکھا۔ مگر پہچانا نہیں۔ مجھے یاد نہیں میں نے اس سے پہلے کبھی اُسے دیکھا ہو۔ وہ میرے پاس بیٹھ کر نبض دیکھنے لگا اور اس نے مجھ سے کئی سوالات پوچھے۔ آہ! میرے دل میں ایک خیال پیدا ہوتا ہے شاید یہ شخص ڈاکٹر تھا۔ اور میں نے ... اب مجھے یاد آتا ہے میں نے اُسے گالیاں دیں۔ اس سے گستاخانہ سلوک کیا۔ اسے بہت کچھ برا بھلا کہا۔ اس کے بعد چند اور آدمی کمرہ میں آگئے۔ اور انہوں نے مجھے لیٹ جانے پر مجبور کیا۔ انہوں نے زبردستی میرے کپڑے اتارے۔ میں نے بہت جدوجہد کی۔ مگر بے سود!

مگر اس کارروائی کا مطلب کیا تھا؟ کس لئے یہ لوگ مجھے دق کرتے ہیں؟ کس لئے ڈاکٹر بار بار میرے پاس آتا ہے؟ کس لئے انہوں نے کھڑکیوں میں سلاخیں لگا رکھی ہیں؟ اے رحم خدا! کیا یہ ممکن ہے! ... مگر نہیں ... نہیں یہ غیر ممکن ہے ... یہ خیال نہایت خوفناک ہے ...

اس کے باوجود یقیناً ایسا ہوگا ... یقیناً یہ میری دیوانگی ہی کا نتیجہ ہے ...

میں اس وقت بڑے سکون کے ساتھ لکھنا شروع کرتا ہوں۔ میں نے اپنی حالت پر اچھی طرح غور کیا ہے۔ میں نے اپنے دل سے ہزاروں سوالات پوچھے ہیں۔ میں نے جو کچھ لکھا تھا اُسے بارہا پڑھا ہے

میں زمانہ ماضی کے واقعات کو یاد کرنے کی بہت کوشش کرتا ہوں۔ میں نے زمانہ حال کو مختلف پہلوؤں سے سوچا ہے۔ اور مستقبل کو بھی نظر انداز نہیں کیا۔ لیکن سب کچھ سوچ کر ... اور کھڑکی میں لگی ہوئی سلاخوں کو دیکھ کر میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ بے شک میں ... دیوانہ ہوں!

ہاں۔ مگر اب میں اس لفظ کو بغیر کسی طرح کا جوش ظاہر کئے لکھ سکتا ہوں۔ لازم ہے کہ میں اسے بار بار لکھوں۔ تاکہ خود ضبطی کی عادت پیدا ہو سکے۔ اور میں اپنے خیالات کو اطمینان کے ساتھ قلمبند کر سکوں۔ اس طرح پر میرے پاس زمانہ ماضی کی کلید یا مستقل یادگار موجود رہے گی۔ اور اگر کبھی ہذیان کی حالت میں میں پھر ان واقعات کو بھول گیا۔ تو بآسانی ان حالات کو ایسے سکون کی حالت میں جیسا اب حاصل ہے اس یادداشت میں دیکھ کر اپنے حافظہ کو تازہ کر سکوں گا۔

دیوانہ ... دیوانہ ... دیوانہ ... دیوانہ!

آہ اب میں اس لفظ کو کسی قسم کے جوش و اضطراب کے بغیر لکھ سکتا ہوں۔ یہ کتنی بڑی کامیابی ہے۔ جب مجھے اپنی اصلی حالت کا مکمل اور صحیح علم ہو جائے گا۔ تو پھر میں اس بات کا فیصلہ کر سکوں گا کہ مجھے کیا کرنا چاہیئے۔ میں جانتا ہوں یہ مکان پاگل خانہ ہے۔ مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ بارہا مجھے ہذیان ہو چکا ہے۔ مگر لازم ہے میں حتے الامکان سکون قائم رکھوں۔ میں اس خوفناک مکان میں نہیں رہ سکتا۔ اور اگر میں دوبارہ سیانا نہیں ہو سکتا تو مجھے کم از کم اس کی ظاہرداری ہی کرنی چاہیئے۔ کہ یہ مجھے رہا کر دیں۔ لیکن دوبارہ سمجھدار بننے یا اپنے آپ کو سمجھدار ظاہر کرنے کے لئے اس بات کی ضرورت ہے کہ جو واقعات پیش آچکے ہیں۔ میں ان سب کو یاد کروں تاکہ میں پر امن طریق پر سمجھدار آدمیوں کی طرح گفتگو کر سکوں۔ اب میں دن بھر اس معاملہ کو سوچتا اور اس پر غور کرتا رہوں گا۔ مجھے اور جو کچھ لکھنا ہے وہ کل ہی لکھوں گا۔

خدا کرے۔ ڈاکٹر یا اس کے آدمی یا وہ بڑھی خادمہ جو گاہ بگاہ یہاں آتی ہے۔ اس الماری کو نہ دیکھیں۔ میں نہیں چاہتا۔ یہ مسودہ گم ہو۔

---

۱۳ جون ۱۸۴۹ء

معلوم ہوا آج جون کی ۱۳ تاریخ ہے۔ ڈاکٹر ایک گھنٹہ میرے پاس ٹھیرا۔ اور اس نے جنتری مہیا کرنے کے متعلق میری درخواست منظور کر لی۔ اسی نے بتایا کہ آج جون کی ۱۴ ویں ہے۔ آیندہ میں تاریخوں کو اچھی طرح یاد رکھوں گا جن دنوں میں مدرسہ میں تعلیم پایا تھا ... اس زمانہ کو اب بہت مدت

گذر گئی ہے۔۔۔ ان ایام میں میں ایک جنتری تیار کرکے یہ حساب لگایا کرتا تھا۔ کہ تعطیلات کب ہوں گی۔ جو دن گذر جاتا میں اسے اپنی تیار کردہ جنتری میں کاٹ دیتا تھا۔ ہائے! وہ ناقابل فراموش عہد طفلی! کیا میں پھر اس زمانہ کو دیکھ سکوں گا؟ کیا وہ وقت ہمیشہ کے لئے میری زندگی سے رخصت ہو چکا؟ میں اس جنتری سے اسی طرح ہر ایک دن جو گذر گیا کاٹ دیا کروں گا۔ اور امید رکھوں گا کہ میری رہائی کا زمانہ قریب ہے۔ میری جوانی کی تعطیل کا آغاز میرے یہاں سے رہائی پانے کے وقت سے ہوگا۔ میں کس شوق۔۔۔ کس حسرت۔۔۔ کس دلچسپی کے ساتھ اس زمانہ کا انتظار کروں گا۔

لیکن مجھے اب اپنی داستان کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے۔

جس روز میں نے سن بلوغ حاصل کیا۔ ایک لاکھ پونڈ میرے ورثہ میں آئے تھے۔ اس واقعہ کو ۹ سال گذر چکے ہیں۔ میں خود مختار تھا۔ میرے والدین کا عرصے سے انتقال ہو چکا تھا۔ اور باقی متعلقین نے مجھے نہ کسی قسم کا مشورہ دیا۔ نہ کسی خاص راہ پر چلنے کی ہدایت کی۔ یہ لوگ میرے رشتہ دار نہیں۔ بلکہ ایسے کاروباری آدمی تھے جن کے زیر حفاظت میری جایداد تھی۔ جایداد پر قبضہ پاتے ہی میں نے عیش کی زندگی شروع کردی۔ بخدا میں نے کس درجہ عیاشی کی! مجھ سے زیادہ کس نے شراب پی ہوگی! مجھ سے بڑھ کر حسینوں کا مطلوب کون ہوا ہوگا! میرے برابر کس نے قمار خانوں اور گھوڑ دوڑ کے میدانوں کی سیر کی ہوگی! کتنے آدمی ہیں جنہوں نے میری طرح گناہ کے امیرانہ مساکن کی سرپرستی کی؟ ہائے یہ حماقت کہ میں سمجھتا تھا زیادہ روپیہ صرف کرکے ہی زیادہ لطف زندگی حاصل کیا جا سکتا ہے۔ میں نے ایک ہی وقت میں تین عورتوں سے تعلق رکھا۔ اور ان تینوں کے لئے جداگانہ انتظامات کرکے جدا جدا شاہانہ مصارف برداشت کئے۔ اور انجام کیا ہوا؟ یہ کہ ۲۵ سال کی عمر میں ہی صحت برباد ہوگئی اور ۸۰ ہزار پونڈ خاک میں مل گئے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ میری ہستی کی بنیاد کمزور ہوگئی ہے۔ ایک خوفناک مرض میری جان کو کھائے جا رہا تھا۔ عیاشی کا تباہ کن دور صبا رفتار گھوڑے کی تیزی کے ساتھ مجھے قبل از وقت قبرستان کی طرف لئے جا رہا تھا۔

یکایک میں اس طرح چونکا جیسے کوئی خواب سے بیدار ہوتا ہے۔ اس لئے نہیں کہ میرے دل میں تاسف پیدا ہو گیا تھا۔ نہ اس لئے کہ کسی نے مجھے نیک مشورہ دیا۔ اس لئے بھی نہیں کہ نیکی کے خفیہ جذبات میرے ذہن میں پھر ایک بار تازہ ہوئے۔ میری اس بیداری کی وجہ یہ بھی نہ تھی کہ میری دولت قریباً ختم ہو چکی اور صحت جلد جلد جواب دیئے جا رہی تھی۔ بالکل نہیں۔ میری بیداری کا اصلی باعث یہ تھا کہ اس زمانہ میں میں نے اپنی پیاری ایڈ تھا کو اول مرتبہ دیکھا۔ آہ! اس وقت

کو یاد کر کے جب میں نے اول مرتبہ اس کے بے نظیر حسن کو ۔ اس حالہ میں گھرا ہوا جو فرشتگان جنت سے مخصوص سمجھا جاتا ہے ۔ دیکھا ۔ اب بھی میرا ایسے ثبات متزلزل ہوا جاتا ہے ۔ میری عمر ۲۵ سال اور ایڈتھا گریول کی صرف ۱۹ سال تھی ۔ یعنی وہ اس عالم میں تھی جب عورت دوشیزگی سے نکل کر بلوغ کی منزل میں قدم رکھتی ہے ۔ جب اس کا جوبن اصلی نکھار میں دیکھا جاتا ہے ۔

ایک ہی نظر میں ہم ایک دوسرے کے والہ و شیدا ہو گئے ۔ اور گو میں کئی ہفتوں تک اس کے روبرو اظہار عشق نہ کر سکا تاہم ایڈتھا کی نگاہیں صاف کہے دیتی تھیں کہ میری صحبت اسے ناپسند نہیں ۔ وہ اپنے والدین کی اکلوتی اولاد تھی ۔ باپ چھوٹی عمر ہی میں فوت ہو چکا تھا ۔ اور ماں اگرچہ بہت مالدار تھی ۔ مگر سوسائٹی میں نہایت کم حصہ لیتی تھی ۔ اس لئے میری سیاہ کاریاں مسز گریول یعنی اس حسینہ کی ماں کو معلوم نہ تھیں ۔ بہرحال وہ اتنا سن چکی تھی کہ میں اوباش اور ناعاقبت اندیش ہوں ۔ مگر جب میں نے اس کی دختر سے شادی کرنے کی تجویز اس کے روبرو پیش کی ۔ تو اس نے یہ یقین ظاہر کر کے مجھے اس کی اجازت دیدی کہ تمہاری آوارگی کا زمانہ اب ختم ہو چکا ہے اور شادی کر کے تم استقلال اور دور اندیشی کی زندگی بسر کرو گے ۔ غرض اس طرح پر ایڈتھا سے میری شادی قرار پا گئی ۔ اس کے بعد مسز گریول کے بعض دوستوں نے جو میری اصلی حالت سے واقف تھے اُسے خبردار کرنا چاہا ۔ مگر اس نیک عورت نے کہا کہ وہ مجھ سے اصلاح کا پختہ وعدہ کر چکا ہے اور مجھے یقین ہے وہ اس وعدہ کو پورا کرے گا ۔ اس کے علاوہ وہ جانتی تھی کہ ایڈتھا کو بھی مجھ سے گہری محبت ہے اور اس حسینہ کی راحت کا دارومدار اس بات پر تھا کہ ہماری محبت میں کوئی رکاوٹ حائل نہ ہو ۔

مگر افسوس میرے دل میں طرح طرح کے تشویشناک خیالات پیدا ہو رہے تھے ۔ میں اس بات کو محسوس کرتا تھا کہ میری صحت خراب ہو چکی ہے اور میں دق کے خوفناک مرض میں مبتلا ہوں ۔ مسز گریول سے میں نے اصلاح کے جو وعدے کئے تھے ان پر عمل کرنے کا میں نے مصمم ارادہ کر رکھا تھا اسی دن سے میں نے اپنی عادات کو بدلنا شروع کیا ۔ اور ہر قسم کی شراب کا استعمال ترک کر دیا ۔ اب میری راتیں شب بیداری میں بسر نہ ہوتی تھیں ۔ میں ہمیشہ مناسب وقت پر گھر میں واپس آجاتا تھا مگر عادات کی اس غیر معمولی اور فوری تبدیلی نے میرے مزاج میں اس قسم کے مراجعانہ اثرات پیدا کیئے جیسے اس شخص کی حالت میں دیکھے جاتے ہیں جو رات کی عیاشی کے بعد صبح کو اپنے اندر محسوس کرتا ہے ۔ طبیعت اس قدر افسردہ اور خیالات اس درجہ پریشان رہنے لگے کہ بارہا خودکشی کو جی چاہتا

طبیعت میں سخت اضطراب اور انتشار رہنے لگا۔ کوئی شخص مکان کے دروازہ کو زور سے کھٹکھٹائے تو میں اس طرح چونک اُٹھتا گویا مجھ سے کسی خوفناک جرم کا ارتکاب ہوا ہے۔ اور ہر وقت افسران انصاف کے ہاتھوں گرفتاری کی فکر دامنگیر ہے۔ مستقبل کے نہایت خوفناک خیالات دل میں پیدا ہوتے۔ اور اس قسم کے خیالات کی الجھن میں میں بہت سی فرضی باتوں کو محض اپنے ذہنی فتور کے باعث حقیقی اہمیت دینے لگتا تھا۔

ان حالات میں میں نے جو کارروائی ایڈتھا کی نسبت کی۔ اُسے قدرتی سمجھا جا سکتا ہے میں اس حسینہ سے اگرچہ دلی فیاضی کسی طرح اس کے ظاہری حسن اور باطنی اخلاق سے کم نہ تھی اس سے محبت کا اقرار حاصل کر چکا تھا۔ مگر یہ سوچ کر میرے دل کو سخت ہی صدمہ ہوا کہ میں ایک ایسی خوبصورت۔ ایسی جوان اور پرارمان عورت سے شادی کروں! اس حالت میں کہ میری صحت بالکل خراب ہو چکی ہے۔ اور فرشتہ اجل مجھے اپنے پاس نظر آتا تھا۔ ہائے! یہ خیالات کس قدر وحشت خیز اور جنون آمیز تھے۔ میں اپنے آپ کو غدار۔ ریاکار اور دھوکہ باز سمجھتا تھا۔ بارہا جی میں آتی کہ مسز گریول کے قدموں میں گر کر صاف لفظوں میں کہہ دوں "میڈم میں آپ سے معافی کا طلبگار ہوں۔ کہ میں نے آپ کی بیٹی سے شادی کی درخواست کی۔ میں دراصل وہ نہیں ہوں جو میں تھا۔ میں اپنے وجود کا محض سایہ رہ گیا ہوں۔ موت کا ہاتھ مجھ تک دراز ہو چکا ہے اور اگر ایڈتھا نے مجھ سے شادی کی تو عجب نہیں ایک سال کے عرصہ میں اُسے میرے جنازہ کے ساتھ قبرستان تک جانا پڑے" مگر جس وقت مجھے ایڈتھا کے لاثانی حسن کا خیال آتا۔ جب میں اس لازوال محبت کا خیال دل میں لاتا جو مجھے اس سے تھی۔ تو اس بات کا حوصلہ نہ ہوتا تھا کہ اپنی مرضی سے اس انمول جواہر کو ہاتھ سے نکل جانے دوں۔ اس کے علاوہ اس کی محبت میں مجھے خوشی اور مسرت حاصل ہوتی تھی۔ اس کی روپہلی آواز میرے کانوں کو نغمۂ موسیقی سے زیادہ پُرلطف محسوس ہوتی۔ اس کا سانس پھولوں کی مہک سے زیادہ خوشبودار ہوتا۔ اس کے ہونٹ عسل خالص سے بھی زیادہ شیریں ہوتے۔ نہیں! میں ایڈتھا سے دست بردار نہیں ہو سکتا تھا۔ اسی طرح ۶ ہفتے گذر گئے۔ اور ابھی تک شادی کی تاریخ مقرر نہ ہوئی۔ سچ پوچھئے تو مجھے اس کی ماں سے یہ ذکر چھیڑنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ شادی کا ذکر میرے لیئے اتنا ہی ہیبت ناک تھا گویا قتل کا ارتکاب۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ میں نے قتل عمد کا ارادہ تو کر رکھا ہے۔ مگر اس کے لیئے وقت اور تاریخ معین کرنے کا حوصلہ نہیں۔

ایک دن کا ذکر ہے میں صبح کے وقت پلنگ پر لیٹا ہوا ان باتوں پر غور کر رہا تھا۔ اور حالت نہایت مایوسانہ تھی کہ میرا خادم صبح کے اخبارات لیکر کمرہ میں داخل ہوا۔ میں نے بغیر کسی خاص ارادہ کے ایک کی ورق گردانی شروع کر دی۔ اشتہارات میں ایک کتاب کا ذکر تھا جس میں قوت مردمی کے زوال کے اسباب اور اس کی بازیابی کے طریقے بتائے گئے تھے۔ مشتہرین ٹی۔ این سرٹیز اینڈ کمپنی تھے۔ جن کا دفتر سوہو سکوئر کے قریب ایک بازار میں واقع تھا۔ اشتہار میں بعض سر برآوردہ اخبارات کے ریویوز کے اقتباسات بھی تھے جن سے معلوم ہوتا تھا کہ کتاب نہایت دلچسپ مفید اور پر اہمیت ہے۔ اشتہار پڑھکر میرے دل میں امید پیدا ہوگئی۔ اور میں نے سوچنا شروع کیا۔ کیا عجب میری صحت اس درجہ خراب نہ ہوئی ہو کہ اسے ناقابل اصلاح سمجھا جائے۔ کیا عجب مرض دق کی نسبت میرے خیالات محض وہم کا درجہ رکھتے ہوں۔ میں نے اس اشتہار کو کئی بار پڑھا۔ اور آخر کار اس بات کا ارادہ کر لیا کہ ان قابل اطبا کی جلد تر زیارت کرنی چاہیئے۔ جو ہر قسم کی بدنی خرابیوں کو۔ خواہ وہ کسی بھی وجہ سے ہوں رفع کرنے کے مدعی ہیں۔ جلد جلد کپڑے پہن کر میں نے ایک کرایہ کی گاڑی حاصل کی۔ اور اس مقام کی طرف چلا۔ جس کا اشتہار میں ذکر تھا۔ مکان بظاہر شاندار تھا۔ اور چھت کی بہت بڑی چمکدار پلیٹ پر موٹے حروف میں لکھا ہوا تھا " مرٹیز اینڈ کمپنی مشورتی طبیب " کھڑکیوں میں آسمانی رنگ کی جھلملی تھی۔ اس ٹھاٹ کو دیکھ کر میرا دل زور سے دھڑکنے لگا۔ اور میں یہ سوچتا ہوا گاڑی سے اترا۔ "یقیناً اس وسیع عمارت کے ہر حصہ میں بیشمار مریض ان قابل اطبا سے مشورہ حاصل کرنے کے انتظار میں بیٹھے ہوں گے"۔ ڈیوڑھی میں داخل ہوا تو ایک اور سبز دروازہ نظر آیا جس میں پیتل کا لٹو لگا ہوا تھا۔ اور اس کے شیشہ پر بھی وہی حروف لکھے ہوئے تھے۔ جو میں نے باہر کے سائن بورڈ پر دیکھے۔ ایک خادم نے دروازہ کھولا اور مجھے ساتھ لیکر زینہ کی راہ سے بالائی منزل پر ایک نشستگاہ میں لے گیا۔ اس کمرہ کی ہر ایک جزوی تفصیل مجھے اس طرح یاد ہے۔ گویا میں وہیں بیٹھا ہوا یہ عبارت لکھ رہا ہوں۔

بظاہر یہ کمرہ نہایت شاندار اور آراستہ تھا۔ مگر جب نظر غور سے دیکھا تو ہر بات میں بد مذاقی کا ثبوت پایا۔ دیواروں پر جو کاغذ منڈھا ہوا تھا۔ وہ قرمزی اور سنہری رنگ کا تھا۔ جا بجا کئی تصویریں نہایت خوشنما فریموں میں لگی ہوئی نظر آئیں۔ گو سب کی سب نہایت بھدی اور فن تصویر کا بالکل ہی ادنے نمونہ تھیں۔ دو پر پلیٹ گلاس لگا ہوا تھا۔ کوئی جانے وہ انتہا درجہ بیش قیمت ہیں، حالانکہ وہ بھی باقیوں کی طرح سخت ہی بری تھیں۔ ان تصویروں کو دیکھ کر طبیعت کو سخت رنج

سمجھا۔ مگر میں نے سوچا کسی بے اصول شخص نے ان بھلے آدمیوں کو بھڑکا کر ایسی تصویریں انہیں مہیا کر دی ہیں۔ جنہیں میں ہرگز اپنے مکان میں رکھنا پسند نہ کرتا۔ مگر اس میں ان کا کچھ قصور نہیں۔ پیشہ ور لوگ جو فلسفیانہ مزاج رکھتے ہوں عموماً فنون لطیفہ کے بہترین ناقد نہیں ہوتے۔ اس طرح کے خیالات دل میں لیئے میں اس کمرہ کی دیکھ بھال کرتا رہا۔ تصویروں کی طرح چینی کے بے شمار ظروف بھی جو اس کمرہ میں موجود تھے مکینوں کی انتہائی بدمذاقی کا پتہ دیتے تھے۔ کہیں متحرک سر کی ایک مورت رکھی ہوئی تھی۔ کہیں ایک بہت بڑی بکری پر چڑھے ہوئے آدمی کی تصویر تھی۔ آتش دان کے تب ب ودو تصویریں ایسی نظر آئیں۔ گویا انہیں کسی چیز سے کاٹ کر وہاں لگایا گیا ہو۔ ان میں کسی تیرانی مدرسہ کی لڑکیاں کھڑی دکھائی گئی تھیں۔ کمرہ کے وسط میں ایک میز پر بہت سی طبی کتابیں رکھی ہوئی تھیں۔ جن میں سے ہر ایک پر انہی مشہورین کے نام درج تھے۔ جن کے مینجر کی زیارت کے لئے میں یہاں آیا۔ اتفاقی طور پر میں نے ان میں سے ایک کتاب کو کھول کر دیکھا تو معلوم ہوا اس میں سخت ہی شرمناک اور فحش رنگین تصاویر لگی ہوئی ہیں۔ مگر میں نے سوچا۔ یہ کتابیں طبابت کے مقدس پیشہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور اس پہلو سے ان کی موجودگی چنداں قابل اعتراض نہیں سمجھی جا سکتی۔ چنانچہ ایک لمحہ کے لئے میرے دل میں ان تصاویر کی وجہ سے جو برا خیال پیدا ہوا تھا میں نے اسے باعث ندامت سمجھا جو کچھ بھی ہو اس کمرہ کی تمام آراستگی کو دیکھ کر میں اس خیال کو دل میں جگہ دیے بغیر نہ رہ سکا کہ ایسی باتیں کسی شریف اور خاندان آدمی کی ئے کسی ایسے ادنے شخص کے زیادہ حسب حال ہیں جو اتفاقات زمانہ سے زردار بن گیا ہو۔

پون گھنٹہ انتظار کرنے کے بعد وہی خادم پھر آیا اور بڑے تکلف کے ساتھ مجھے ایک اور کمرہ کی طرف لے چلا جسے غیر معمولی بھڑک اور نمایش کے ساتھ آراستہ کیا گیا تھا۔ وہی بدمذاقی جو میں دوسرے کمرہ میں دیکھ چکا تھا۔ یہاں بھی موجود تھی۔ زرد جھالرا در پھندنے لگے ہوئے قرمزی پردے کھڑکیوں میں آویزاں تھے۔ جابجا بڑے بڑے فریموں میں لگے ہوئے آئینے موجود تھے ویسی ہی بھدی تصاویر یہاں بھی دیواروں پر موجود تھیں۔ اور اسی نمایش کے ساتھ سارا سامان رکھا ہوا تھا۔ خود بخود بند ہونے والے دروازوں سے گذر کر میں ایک دالان در دالان میں داخل ہوا جو ...اق میں ان پہلے دو کمروں سے کسی طرح بہتر نہ تھا۔ اس کے سرے پر ایک مختصر سی کوٹھڑی تھی جس کا رقبہ چند فٹ مربع سے زیادہ نہ ہوگا۔ خادم نے مجھے بتایا کہ یہی سرجری ہے۔

میں تسلیم کرتا ہوں۔ اس کمرہ خاص تک پہنچنے سے پہلے دو کمروں سے گذرتے ہوئے میرا دل بڑے زور سے دھڑکنے لگا تھا۔ میں یہ سمجھتا تھا کہ اس خاص کمرہ میں دو معزز صورت سن رسیدہ آدمی بیٹھے ہوں گے جن کی فراخ پیشانی ان کی ذہانت کا ثبوت سمجھی جاسکتی ہے اور جن کی آنکھوں سے ان کے تبحر علمی کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ مگر سرجری میں جاکر مجھے یہ دیکھ کر سخت حیرت ہوئی۔ کہ دو کی بجائے صرف ایک شخص بیٹھا ہے اور وہ بھی شکل وصورت کے اعتبار سے اس کے عین برعکس جس کا اندازہ میں نے اپنے دل میں کیا تھا۔ شکل وصورت سے وہ یہودی نسل کا آدمی تھا۔ رنگت سانولی اور اس قسم کی جو ادنےٰ یہودی قوموں کا حصہ سمجھی جاتی ہے۔ بال سیاہ اور موٹے۔ اور گلمچھے ٹھوڑی کے نیچے ملے ہوئے تھے۔ آنکھیں سیاہ اور ان میں سے ایک دوسری کی نسبت بڑی نظر آتی تھی۔ ناک بوتل کی صورت کی اور چہرہ نہ صرف ہر قسم کے اثرات ذہانت وقابلیت سے عاری بلکہ ادنےٰ جذبات اور انتہائی حرص وآز کا آئینہ تھا۔ لباس کسی حد تک گنڈوں سے ملتا یا کم از کم ایسا تھا جو کسی نو دولت مند رذیل سے مخصوص سمجھا جا سکتا ہے۔ نیلے دھاریں کوٹ کے نیچے بھڑکیلی واسکٹ ٹانگوں میں کھلی پتلون اور پاؤں میں پالش شدہ چرمی بوٹ تھے۔ بدن پر زیورات بھی تھے۔ گھڑی کے ساتھ ایک موٹی سنہری زنجیر لٹک رہی تھی۔ قمیص میں الماس اور نیلم کے بٹن لگے ہوئے تھے اور اس کے کثیف ہاتھوں کی انگلیاں بے شمار انگوٹھیوں سے آراستہ تھیں سے آراستہ بھی کیا۔ یوں کہنا چاہیئے وہ ان انگوٹھیوں کی وجہ سے اس سور کی شکل سے ملتی تھیں جس کی گردن میں موتیوں کی لڑیاں باندھ دی گئی ہوں۔

غرض یہ شخص تھا جس کے روبرو میں پہنچا۔ اور اگر میری حالت ایسی زار نہ ہوتی۔ کہ میں تنکے کے سہارے کو بھی غنیمت سمجھتا تھا۔ تو یقیناً میں اس شخص اور اس کی برائے نام طبابت کی اصلیت فوراً ہی معلوم کرلیتا۔ مگر میں نے سوچا کہ انسان کو ظاہری صورت پر نہ جانا چاہیئے۔ دنیا میں بے شمار قابل ترین اور مدبر انسان ایسے ہو گذرے ہیں جن کی صورت غیر مطبوع اور شباہت نہایت ادنےٰ تھی۔ اس کے علاوہ میرا دل اس ادنےٰ تعصب سے خالی تھا۔ جو میرے کثیر التعداد ہموطن یہودیوں کے خلاف من حیث القوم رکھتے ہیں۔ پس میں نے سوچا کہ مسٹر سرٹیر کا یہودی ہونا بجائے خود اس کے خلاف دلیل نہیں سمجھا جا سکتا۔ اور نہ اس کی وجہ سے مجھے اسے برا تصور کرنا چاہیئے۔

"تشریف رکھئے" شخص مذکور نے اس انداز سے کہا جسے میں نے اس وقت اس کے پیشہ کی آزادی سے منسوب کیا۔ مگر جس کی نسبت بعد ازاں مجھے معلوم ہوا کہ وہ ایک خود پسند جاہل نو دولت یافتہ شخص کی عدم تربیت کا نتیجہ تھا۔ اس کے کہنے پر میں نے ایک کرسی لی۔ اور وہ اپنا میلا انگوٹھیوں سے پُر ہاتھ میری طرف بڑھا کر کہنے لگا۔ "آپ کا کارڈ کہاں ہے؟" میں نے رکتے رکتے اپنا اطلاعی کارڈ پیش کیا۔ رکتے رکتے اس لئے کہ میں اپنا نام اور پتہ ظاہر کرنا نہیں چاہتا تھا۔" میں نے سمجھا" مسٹر سسر ٹینر نے کارڈ دیکھتے ہوئے اپنے دل سے ہی مخاطب ہو کر کہا۔ "مسٹر ہیکلڈ انلڈ . . . مگر کسوں صاحب۔ آپ کا مارکوئیس آف برلنگٹن۔ سے بھی کچھ رشتہ ہے۔ کیونکہ ان کا خاندانی نام یہی ہے؟" میں نے جواب دیا۔ "میرا امیر موصوف سے کچھ بھی رشتہ نہیں۔" "خیر کچھ مضائقہ نہیں" مسٹر سسر ٹینر نے جواب دیا۔ "مارکوئیس میرے گہرے دوست ہیں۔ اور میں ان کی عنایات کا عرصہ سے زیر بار ہوں۔ جب وہ اول مرتبہ مجھ سے ملے تو ان کی صحت بینی اس درجہ خراب تھی۔ کہ سارے انگلستان میں کوئی مشہور طبی کاریگر بھی اسے درست نہ کر سکتا تھا۔ مگر میں نے چند ہی ہفتوں کے عرصہ میں ان کے کل پرزے درست کر دیئے۔ اب وہ میرے اس درجہ ممنون احسان ہیں کہ میری خاطر انہیں آب و آتش سے گذرنے میں بھی انکار نہیں۔ انہیں اپنے علاج پر دو ہزار پونڈ بھی صرف نہیں کرنے پڑے جس سے آپ میرے طریق علاج کی ارزانی کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ مگر یہ کہیئے آپ کن حالات میں تشریف لائے؟ کیا آپ نے میری طبی کتابوں میں سے کسی کا مطالعہ کیا ہے؟ میری کتابیں گرماگرم مٹھائی کی طرح خوب ہی بکتی ہیں۔ یا کیا آپ اخبارات میں میرا اشتہار دیکھ کر آئے ہیں؟" اس شخص کی اوّل گفتگو سے میری طبیعت سخت ہی پریشان ہوئی۔ اس کے الفاظ بھدے۔ انداز بیان گنواروں کی طرح۔ اور صرف و نحو کی غلطیاں بے شمار تھیں۔ اسکی باتوں کا میرے دل پر ایسا ناگوار اثر ہوا کہ چند منٹ تک میں اس کے سوالوں کا کچھ بھی جواب نہ دے سکا۔ حیران تھا۔ کیا یہی جاہل بے وقوف اور بے علم شخص وہ مشہور طبیب ہے جس سے ملنے کی غرض سے میں یہاں آیا؟ اور کیا اسی نے وہ قابل قدر کتابیں تیار کی ہیں۔ جن کا ذکر اس کے اشتہار میں بعض سربرآوردہ اخبارات[1]

---

[1] بہت لوگ حیران ہوں گے کہ کوئی عزت دار اخبار کس طرح اس قسم کی شہرت کا مشہوری کا ذریعہ بننا منظور کر سکتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ ایسے لوگ اچھے اچھے اخبارات میں اپنے اشتہارات مضمون کے پیرایہ میں اجرتاً درج کراتے ہیں۔ اور بعد ازاں دوسرے اخبارات میں اشتہار دیتے وقت اُن کا ذکر اس انداز سے کرتے ہیں۔ گویا وہ ان اخبارات کی ذاتی رائے ہو۔ جو حقیقت میں اُن کے اپنے

کی طرف سے نہایت تعریفی لفظوں میں درج تھا۔ سوچتا تھا یہ کیا معاملہ ہے۔ لیکن امید نے
پھر مجھے اس شخص کی اصلی حیثیت کی طرف سے اندھا کر دیا۔ اور میں نے سوچا۔ کیا عجب زمانہ دانی
میں کمزور ہونے کے باوجود یہ شخص اپنے فن میں نہایت قابل ہو۔ پس اپنے اضطراب کو جہاں
تک ممکن تھا۔ فرو کر کے میں نے اس سے کہا "میں اخبارات میں آپ کے اشتہارات دیکھ کر
آیا ہوں۔"

ڈاکٹر اس سے خوش ہوا اور کہنے لگا "واقعی خدا کی کتنی بڑی رحمت ہے کہ لوگ اشتہارات
کا مطالعہ کرتے ہیں۔ دراصل اشتہارات ہی اس بات کا ذریعہ ہیں کہ میرے جیسے قابل اطبا
جنہوں نے اپنی زندگی ہر قسم کے امراض کی تشخیص و علاج کے لئے وقف کر رکھی ہے۔ حاجت
مندوں کو مدد دے سکیں۔" پھر وہ بڑے وقار اور نخوت کے ساتھ سلسلہ کلام جاری رکھتے
ہوئے کہنے لگا "دیکھ لیجئے آپ کے سامنے ایسا شخص موجود ہے۔ جو بدن انسانی کے ظاہر
و باطن سے نہایت مکمل واقفیت رکھتا ہے۔ میرے برابر کسی کو یہ بات معلوم نہیں۔ کہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۴۲۱) قلم کا لکھا ہوا بے جا تعریفی مضمون تھا۔ مزید توضیح کے لئے
ہم ذیل میں ایسے اشتہارات کے چند نمونے مختلف اخبارات سے اخذ کر کے درج کرتے ہیں:۔

... صاحبان کی تالیف کردہ کتاب موسومہ ... ایسی چیز ہے۔ جس کی تیاری میں اعلیٰ
قابلیت اور مہارت تامہ کی ضرورت سمجھی جا سکتی ہے۔ یہ کہنا مبالغہ میں داخل نہ ہوگا۔ کہ یہ
کتاب ایک بیش بہا خزانہ ہے۔ اور اس سے عوام کو لا انتہا فایدہ حاصل ہوگا۔ چونکہ نہایت
قابل اطبا کی تصنیف ہے۔ اس لئے ہر صفحہ سے قابل مصنفوں کی گہری تحقیقات اور تبحر علمی
کا پتہ چلتا ہے۔ کچھ شک نہیں یہ کتاب سینہ بہ سینہ اسرار کا مجموعہ اور بہترین دریافتوں
کا نچوڑ ہے۔ مختصر یہ کہ ہم اس کتاب کو مصنفین کی انتہائی عرقریزی کا نتیجہ سمجھتے ہیں۔ ہماری
رائے میں اس کا مطالعہ ہر شخص کے لئے مفید اور دلچسپی کا موجب ہوگا (اخبار ویکلی کرانیکل)

جو لوگ اپنی زندگی عیش و عشرت کی نذر کر چکے ہیں۔ ان کے لئے یہ مختصر کتاب خضر راہ
ثابت ہوگی۔ کیونکہ اس کی بدولت وہ معلوم کر سکیں گے کہ اپنے جذبات کا شکار ہو کر انہوں
نے کیا کیا نقصانات اٹھائے۔ ان کے علاوہ بہتوں کے لئے کمزوری کے اوقات میں
رہبر کا کام دیگی یعنی انہیں صحت کی راہ دکھانے کا موجب ثابت ہوگی (کرانیکل)

مصنفین کی قابلیت اور ان کا تجربہ دیرینہ اس بات کی ضمانت ہے کہ یہ کتاب ہر ایک مریض

تپ دق حقیقت میں کیا مرض ہے ... " میں نے اسے تکتے دیکھ کر سمجھا کہ وہ میری زبانی
کوئی تائیدی کلمہ سننا چاہتا ہے۔ پس میں نے کہا "معلوم ہوتا ہے آپ نے تپ دق کے
مرض اور اس کے اسباب کا خاص طور پر مشاہدہ اور مطالعہ کیا ہے" وہ بولا جی ہاں۔ نہایت
خاص طور پر۔ اصل بات یہ ہے کہ بہت ہی کم ڈاکٹروں کو معلوم ہے کہ تپ دق کا مرض بدن
کے کس حصہ سے شروع ہوتا ہے۔ اور اس کے اسباب کیا ہیں۔ مجھے ایک شخص کا حال معلوم
ہے۔ جس کا بدن نہایت تیزی کے ساتھ کمزور ہونے لگا تھا۔ میں نے اس کے مرض کی تشخیص

(بقیہ نوٹ صفحہ ۲۴۲۲) کے ہاتھ میں ہونی چاہیئے۔ ہماری دلی خواہش ہے کہ اس کی اشاعت
ترقی حاصل کرے (ایرا)

یہ طبی کتاب بڑی محنت اور قابلیت سے لکھی گئی ہے۔ اور اس میں ان بہت سے امراض کا
ذکر بڑی تفصیل اور تشریح کے ساتھ کیا گیا ہے۔ جن کا اکثر عیاش اور بے خبر لوگ شکار ہوتے
ہیں۔ (یونائیٹڈ سروس گزٹ)

اس دلچسپ اور قابل داد تصنیف کا راقم ایک ماہر اور تجربہ کار طبیب ہے۔ جو ان خرابیوں
سے پوری طرح واقف ہے۔ جو کم سنی کی بے اعتدالیوں اور خرابیوں سے پیدا ہوتی ہیں۔ تصنیف
میں حد اعتدال سے بڑھنے کی خرابیاں واضح کی گئی ہیں۔ اور اس کے مطالعہ سے بہت سے
ایسے سوالات کا جواب شافی مل سکتا ہے جو کسی نہایت معتمد دوست سے بھی نہیں پوچھے جا
سکتے (ایرا)

عطائی لوگ فن اشتہار بازی کے ذریعہ لوگوں کو جس طرح دھوکہ دیتے ہیں۔ اس کا کچھ اندازہ
اخبار ویکلی ڈیسپیچ مورخہ ۲ جولائی یوم یکشنبہ کے حسب ذیل مضمون سے ہو سکتا ہے جو اشتہارات
سے الگ عام ادارتی مضامین کے صفحہ میں درج ہے اور جس کے ساتھ باریک لفظوں میں "اشتہار"
کا لفظ محض پہلو بچانے کی غرض سے لکھا گیا ہے:۔

(اشتہار) ہالووے صاحب کی گولیاں بدہضمی اور امراض جگر کے لئے بہترین دوا ہیں۔ ان
شکایات سے (جن کی علامات و اسباب کا ذکر یہاں محتاج بحث نہیں) جس قدر خرابیاں پیدا
ہوں وہ سب اس قابل قدر دوا کی چند ہی خوراکوں سے رفع ہو جاتی ہیں۔ یہ ایسی اکسیر دوا ہے
کہ نہایت کمزور طبیعتیں بھی اس کے استعمال سے تندرست اور توانا ہو جاتی ہیں۔ اور ہاضمہ
درست ہو جانے سے مزاج میں فرحت پیدا ہوتی ہے۔ بھوک لگتی اور چہرہ پر رونق آنے

کی تو معلوم ہوا اس کے پاؤں کے انگوٹھے میں تپ دق تھا۔ جو وہاں سے اوپر کی طرف چڑھتا ہوا سارے بدن میں پھیل گیا۔ سارے ڈاکٹر اسے جواب دے بیٹھے تھے۔ اور کفن تابوت کی تیاری کی فکر میں تھا۔ کہ اس شخص نے مجھ سے مشورہ لیا۔ میں نے اُسے اپنے مشہور جوہر زر کی ۱۷ بوتلیں پلائیں۔ اور وہ پندرہ دن کے اندر تندرست ہو گیا۔"

میں چونکہ کمزور۔ نحیف و نزار تھا۔ اس لیے اس واقعہ نے میرے دل پر خاص اثر کیا میں نے اس شخص کی صرف و نحو کی غلطیوں کو نظر انداز کر دیا۔ اس کی نخوت اور تکبر کو بھی بھلا دیا۔ اس کی ایک ہی بات میرے دل پر اثر انداز ہوئی۔ یعنی یہ کہ اس نے ایک شخص کو اس وقت دست اجل سے بچایا جب باقی سارے طبیب اسے لاعلاج سمجھ کر جواب دے چکے تھے۔ معلوم ہوتا ہے مسٹر سر شر نے یہ بھانپ لیا تھا کہ اس کی باتوں کا میرے دل پر کیا اثر ہوا ہے۔ چنانچہ وہ کہنے لگا "ہاں تو اب فرمایئے میں آپ کے لیے کیا کر سکتا ہوں؟" میں نے پوری صاف بیانی کے ساتھ اس کے روبرو اعتراف کیا کہ میں اپنی دولت کا بیشتر حصہ عیش کی نذر کر چکا ہوں اس وجہ سے میری صحت اگر بالکل ہی برباد نہیں ہوئی۔ تو کم از کم انتہا درجہ بگڑ ضرور گئی ہے۔ اور اب جب سے میں نے شراب کی عادت ترک کی ہے۔ اور باقی مضر صحت عادات سے دست بردار ہوا ہوں۔ مجھ پر افسردگی اور یاس کا ایسا اثر طاری رہتا ہے کہ یہی جی چاہتا ہے خودکشی

(بقیہ نوٹ صفحہ ۲۴۲۳) سکتی ہے۔ ان ایام میں جب کہ وبائی امراض اکثر پھیلے ہوئے ہیں۔ ان گولیوں کو بطور حفظ ماتقدم استعمال کرنا چاہیئے۔ کیونکہ وہ ان اسباب کو ظہور میں آنے سے روکتی ہیں۔ جو ان وبائی امراض کے آغاز میں ممد و معاون ثابت ہوتے ہیں۔ سب دوا فروشوں سے ملتی ہیں۔ یا براہ راست پروفیسر ہالووے کے کارخانہ نمبر ۳ سٹرینڈ (۲۸۸) لندن کے پتہ سے طلب کی جا سکتی ہیں۔

ظاہر ہے کہ اس اشتہار کی اجرت باقی اشتہاروں کی طرح وصول کی گئی تھی۔ اور یہ ایک معمولی اشتہار تھا۔ لیکن مسٹر ہالووے اگر چاہیں تو آئندہ کسی دوسرے اخبار میں لکھ سکتے ہیں کہ اخبار ڈسپیچ نے ان گولیوں کی نسبت لکھا ہے کہ "یہ بہت کار طبیب ہیں ہم ان کے استعمال سے تندرست اور توانا ہو جاتی ہیں" لوگ سمجھتے ہیں جب کہ [illegible] جیسا [illegible] اور ذی اثر پرچہ ان گولیوں کی تعریف کرتا ہے۔ تو وہ ضرور اچھی ہوں گی۔ اس لیے وہ ان کو خریدنے پر مائل ہو جاتے ہیں۔ یہی وہ ذریعہ ہے جس سے لوگ فحش کتابوں کا ریویو کرانے میں بھی کامیاب ثابت ہوتے ہیں۔ ۱۲۔

کروں۔ مجھے ایک نہایت عابدہ و حسینہ سے محبت ہے۔ مگر میں اس لیے اس سے شادی کرنے
سے ڈرتا ہوں۔ کہیں چند ہی ماہ کے عرصہ میں میری قبل از وقت موت سے اُسے بیوگی کی زندگی
نہ بسر کرنی پڑے۔ مسٹر سرٹر نے میرا قصہ گہری توجہ سے سُنا۔ اور جب میں نے اُسے ختم کیا۔
تو بہت دیر تک کسی سوچ میں رہا۔ پھر کہنے لگا "لائیے میں آپ کی نبض دیکھوں"۔ میں نے اپنا
ہاتھ آگے بڑھایا اور اس نے اپنا انگوٹھا میرے بازو کے ایک ایسے مقام پر رکھ دیا۔ جہاں میرے
خیال میں نبض کا کچھ بھی تعلق نہیں۔ مگر اس وقت چونکہ میں اس شخص کی حقیقت سے بالکل بیخبر
تھا۔ اس لیئے میں نے سمجھا شاید اس حصہ بدن میں کوئی خاص نبض ہوگی۔ اور اسے دیکھنے
کا بہترین ذریعہ انگوٹھا ہوگا۔ چند منٹ کے بعد اس نے ایک گھڑی کی طرح جو اس شخص کے دوسرے
کمرہ میں رکھا ہوا تھا۔ سر ہلا کر کہنے لگا "بے شک آپ کی نبض بہت کمزور ہے۔ مگر آپ کیلئے
مایوسی کی وجہ نہیں۔ مرض بہت خراب ہے ... بہت ہی خراب ہے۔ یہاں تک کہ میں کہہ سکتا
ہوں میں نے کسی شخص کی حالت اس سے بری نہیں دیکھی ... ہاں مگر وہ عورت کون ہے
جس سے آپ کو محبت ہے؟ یہ نہ سمجھئے میرا سوال محض رفع استعجاب کے لیئے ہے۔ اس میں
بھی ایک خاص بات ہے" میں نے خیال کیا۔ جب یہ میرے نام اور پتہ سے واقف ہو چکا ہے
تو اس سوال کا جواب دینے میں کیا حرج ہے۔ اس کے علاوہ میں نے یہ بھی سوچا۔ کہ اگر جواب
نہ دیا گیا۔ تو یہ اپنے طور پر اس بارہ میں تحقیقات کر کے سارے حالات معلوم کر لیگا۔ پس
میں نے اس معاملہ میں اسے شافی جوابات دیئے۔ دوسری طور پر کہنے لگا "میں اسے نہیں
جانتا۔" اور پھر چند منٹ کے توقف کے بعد اس نے کہا "بہتر ہے میں آپ کے علاج کا ذمہ
لیتا ہوں۔ مگر اسپر روپیہ صرف ہوگا۔ ایک سو پونڈ تو مجھ سے مشورہ کرنے کی فیس ہے۔ اس کا
چیک لکھ دیجئے۔ اس کے بعد میں بتاؤں گا۔ آپ کو کیا کرنا چاہیئے" میں نے زیادہ تامل
کے بغیر رقم مطلوبہ کے لیئے چیک لکھ دیا۔ اس نے میز کا دراز کھول کر اس میں سے ۹ بوتلوں کا
ایک بکس نکالا۔ اور پُر اسرار انداز سے کہنے لگا "یہ چیز اصلی اکسیر حیات ہے۔ اس سے بدن
کو تقویت حاصل ہوتی ہے۔ اور تپ دق تو فوراً ہی رک جاتا ہے۔ سلطان ٹرکی کے ہاں ان کے
سفیر کی معرفت اس دوا کی ایک شیشی ہر ہفتہ جاتی ہے۔ اور میں کہہ سکتا ہوں کہ تاجداران یورپ
میں کوئی بھی ایسا نہیں جو کسی نہ کسی وقت میرے زیر علاج نہ رہ چکا ہو۔ اس نادر دوا کی ایک
بوتل ایک دن کے استعمال کے لیے کافی ہے۔ جب یہ ساری بوتلیں ختم ہو جائیں۔ تو پھر

مجھ سے ملیئے گا۔ ان ۶ کی قیمت صرف ۱۵ گنی ہے۔ اس کا چیک بھی آپ ابھی لکھ دیں تو بہتر ہوگا۔"
میں نے ایسا ہی کیا۔ اور مسٹر سر سٹیز نے ایک پر تکلف سلام کے بعد مجھے رخصت کیا۔
آج کی تحریر میں یہیں ختم کرتا ہوں۔ کیونکہ تھک گیا ہوں۔ دماغ پریشان ہے اور خیالات منتشر ہو رہے ہیں۔ آہ! میں کتنا بے وقوف تھا۔ کہ اس شخص کی حکمت و قابلیت کو پہلی ملاقات میں ہی جس کی کیفیت میں نے اس قدر طوالت سے بیان کی ہے۔ نہ سمجھا۔
ہائے میری نا عاقبت اندیشی! ہائے میری کم فہمی!

۱۸۔ جون ۱۹۴۶ء

آج میں پھر اپنی داستان کا سلسلہ شروع کرتا ہوں۔ گذشتہ پانچ دن کے عرصہ میں میرے دماغ پر تاریکی سی حاوی رہی ہے۔ میں سمجھتا ہوں یہ اسی بیماری کا دورہ تھا۔ جواب رفع ہو گیا ہے۔ اور اب میری طبیعت پھر ایک بار سکون کی حالت میں ہے۔ میں نے اب تک جو کچھ لکھا تھا۔ اسے پھر پڑھا ہے۔ کئی بار میں یہ دیکھ کر ہنسا کہ میں نے اس عطائی ڈاکٹر سے جو میرا معالج تھا۔ اپنی پہلی ملاقات کی کیفیت کس غیر معمولی صحت کے ساتھ قلمبند کی ہے۔ اب کہ ان واقعات کا سلسلہ پھر میرے ذہن میں تازہ ہو چکا ہے۔ میں دوبارہ اس داستان کو شروع کرتا ہوں۔
میں خوب جانتا ہوں کہ ذہن انسانی کا طبعی امراض اور ان کے معالجات سے گہرا تعلق ہوتا ہے۔ جب میرے دل میں یہ خیال جاگزین ہو گیا۔ کہ دوا جو میں استعمال کر رہا ہوں فایدہ مند ہے۔ تو اس کا اثر بھی ظاہر ہونے لگا۔ میری طبیعت بشاش ہو گئی۔ اور جب چھٹے دن پہلی ۶ بوتلیں ختم ہوئیں تو میں نے اپنے دل سے کہا۔ "اب میں سابق کی نسبت زیادہ صحت در ہوں"۔ میری افسردگی بھی بڑی حد تک رفع ہو گئی۔ ہاضمہ درست ہونے لگا۔ اور رخساروں پر پھر تازگی آگئی
یہ اصلاح حقیقت میں میری بدلی ہوئی عادات کا نتیجہ تھی۔ اور اس میں میرے ذہنی سکون کو بہت کچھ دخل تھا۔ اس کے علاوہ دل اس امید سے بشاش رہتا تھا۔ کہ میں کلی صحت حاصل کر لوں گا ان حالات میں میں پورے یقین کے ساتھ کہ سکتا ہوں کہ جس فایدہ کو میں اس دوا سے منسوب کرتا تھا۔ وہ حقیقت میں میری اصلاح یافتہ عادات کی وجہ سے تھا۔ ورنہ دوا محض بے سود اور سراسر بے اثر تھی۔ میری اصلاح پذیر حالت دیکھ کر ایڈتھا کو بہت خوشی ہوئی۔ اور اس کی

ماں میری زندگی میں باقاعدگی پیدا ہوتے دیکھ کر غیر معمولی مسرت کا اظہار کرنے لگی۔ اس کے باوجود میں نے مسٹر سرٹیبر کے ساتھ اپنی ملاقات کا کسی سے ذکر نہیں کیا۔ میں اسے ایک راز کی طرح محفوظ رکھتا تھا۔ کیونکہ کسی سے ذکر کرتے شرم آتی تھی۔ ایک ہفتہ گذر گیا۔ اور میں پھر مسٹر سرٹیبر کے ہاں گیا۔ وہیں اس کے اندرونی مطب میں ملاقات ہوئی۔ اس نے پھر ایک بار سو پونڈ کی مشورتی فیس چارج کی۔ پھر ایک بار اسی دوا کی ۶ بوتلیں دیں اور ان کے لئے ایک چاب لکھوالیا۔ اس نے پوچھا "کیا آپ نے میری کتاب کا بھی مطالعہ کیا ہے؟" میں نے نفی میں جواب دیا تو وہ باصرار کہنے لگا "آیندہ ملاقات سے پہلے ضرور اسے پڑھئے۔ میں ایک جلد آپ کو لادیتا ہوں۔" وہ کتاب لانے گیا۔ تو میں نے رفع استعجاب کی غرض سے اس رقعہ کو پڑھنا شروع کیا۔ جو اس کی میز پر پڑا ہوا تھا۔ اس میں لکھا تھا۔

"پیارے جو۔ تم نے مجھ سے میری سند چند دن کے لئے مستعار مانگی ہے۔ کہ تم اسے ایک نئے مریض کو دکھا سکو۔ مگر میں اس سند کو گھر سے باہر نکالنا نہیں چاہتا۔ علاوہ بریں وہ سند تمہارے لئے بیکار ہے۔ کیونکہ اس میں لاورٹ کا نام درج ہے۔ اور تم نے سرٹیبر کا نام اختیار کیا ہے۔ اس سے زیادہ کیا لکھوں۔

آپ کا پیارا بھائی

لاورٹ

خط کے نیچے لاورٹ کا نام دیکھ کر مجھے یقین ہوگیا۔ کہ میرے دوست مسٹر سرٹیبر کا اصلی نام جوزف لاورٹ ہے۔ اس سے مجھے معلوم ہوا کہ میں ایک عطائی حکیم کے مکر و فریب کا نشانہ بنا ہوا ہوں۔ مجھے رنج تو بہت ہوا۔ مگر اس کے واپس آنے تک میں نے اپنے سکون میں فرق نہیں آنے دیا۔ اب اس کے ساتھ ایک عورت تھی۔ جسے میں خاتون تو ہرگز نہیں کہہ سکتا۔ کہنے لگا "یہ میری بیوی ہے" مگر اس بیان کو جاری رکھنے سے پیشتر میں چند الفاظ میں اس عورت کا حلیہ بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔

مسز سرٹیبر ایک بھدی۔ بد اطوار۔ سانولے رنگ کی بیہودہ سی تھی رناک تمہار۔ بدن ایسا گویا اسپر تیل کی مالش کرکے خشک تولیہ سے پونچھ دیا گیا ہو۔ اور چہرہ پر بے شمار غازہ ملا ہوا۔ وہ غیر معمولی طور پر موٹی تھی۔ اور آگے کو نکلی ہوئی چھاتی بہت ہی بدنما معلوم ہوتی تھی بال کھردرے اور گچھے ہوئے تھے اور انہیں دو بھاری چوٹیوں میں آراستہ کرکے

بہیدانش کے اعاب سے چھپایا ہوا تھا۔ لباس حد سے زیادہ بھڑکیلا۔ گفتگو سے معلوم ہوا کہ وہ گاڑی میں ہم اسمبری کے لیئے جا رہی ہے۔ گون سبز مخمل کی۔ شال تیز سرخ رنگ کا اور ٹوپی گلابی تھی جس کے اندر اور باہر بے شمار مصنوعی پھول لگے ہوئے تھے۔ پاؤں میں نہایت زرد لمبی ریشمی جرابیں اور ان کے اوپر ایک چھوٹا پیٹی کوٹ تھا۔ کوئی جانے اسے اپنی فیل پا ٹانگوں میں کوئی خاص دلفریبی نظر آتی تھی۔ رہے زیورات ان کی کثرت کا اندازہ اس بات سے ہو سکے گا کہ ان کی مدد سے کوئی شخص اچھا خاصہ جوہری بن سکتا تھا۔ ہاتھوں پر دستانے نہ تھے شاید اس لیئے کہ وہ ان بے شمار انگوٹھیوں کو نمودار کرنا چاہتی تھی۔ جو اس کی انگلیوں پر تھیں سکا نوں میں ازمردی ندرتھے۔ ان ساری تفصیلات کو اگر کوئی شخص پیش نظر رکھ سکے تو میرے خیال میں وہ اس عورت کی مکمل تصویر دیکھ سکتا ہے۔

ابھی تعارف کی رسم ادا ہو رہی تھی کہ ایک اور عورت کمرہ میں داخل ہوئی۔ معلوم ہوا وہ مسٹر سرشیٹر کی بہن ہے۔ اس جوڑی کے تشابہ کا کیا کہنا۔ مختصر یہ کہ اگر کسی نے کسی بزقصاب کی بیٹیوں کو ویم سبت کے بہترین لباس میں دیکھا ہو تو وہ ان کی تصویر بوجہ احسن دیکھ سکتا ہے۔ مسٹر سرشیٹر کی بہن کا لباس اول الذکر کے لباس سے مختلف بلکہ یوں کہنا چاہیئے متضاد تھا۔ گون نیلی مخمل کی۔ شال نہایت زرد رنگ کا۔ اور ٹوپی سپید تھی۔ بہت دیر تک میری طرف گھورتے رہنے اور موسم کی نسبت چند سرسری کلمات کہنے کے بعد وہ دونو اس گاڑی کی طرف چلی گئیں جو دروازہ پر منتظر تھی۔ مسٹر سرشیٹر انہیں گاڑی تک چھوڑنے گیا۔ کمرہ میں تنہا رہ جانے کے بعد میں محض رفع استعجاب کے لیئے دو کمروں سے گذر کر سامنے والی کھڑکی میں سے جھانکنے لگا۔ بے شک گاڑی ہر لحاظ سے مکینوں کے لباس و آداب کے مطابق تھی۔ باہر تیز نیلا رنگ کیا ہوا مگر پہیئے اور زیرین حصہ خشک گھاس کی رنگت کا تھا اندر زرد مراقش چمڑہ کے گدے تھے۔ گھوڑے بھورے رنگ کے اور ان کے ساز میں چاندی کا سامان لگا ہوا تھا۔ گاڑیبان کی وردی بھی شوخ نیلے رنگ کی تھی۔ اور اس میں چاندی کے بٹن تھے۔

جب میں کھڑکی سے یہ نظارہ دیکھ رہا تھا۔ اس گفتگو کے چند الفاظ میرے کانوں تک پہنچے جو گاڑی تک جاتے ہوئے مسٹر سرشیٹر اور اس کی بیوی کے درمیان ہوئی۔ ان کا خیال تھا میں اب تک مطب ہی میں بیٹھا ہوں۔ انہیں بالکل معلوم نہ تھا کہ میں قریب کھڑا

ان کی باتیں سن رہا ہوں۔ مسز سر شینز کی بیوی کہ رہی تھی "کیوں جو۔ اس نو وارد نوجوان سے کچھ وصول بھی ؟" وہ گنواروں کی طرح قہقہہ لگا کر بولا "بہت کچھ" اب اس کی بیوی بھی ہنسنے لگی "اچھا تو حقیقی رقم وصول ہوئی ہے ؟" سر شینز بولا "ہاں کافی وصول کر چکا ہوں۔ اور ابھی اسے تھوڑے دن کا تھوڑا ہی۔ میں اس سے بہت کمانے کی امید رکھتا ہوں" "بہت اچھا" مسز سر شینز نے کہا "اس صورت میں ہم اپنے لڑکے ایبی کے لئے اس آدمی سے ایک نئی ٹوپی اور ننھے جو کے لیے نیا مخملی لباس تیار کرا سکیں گے" "ضرور" سر شینز نے کہا "مگر اب تم جلدی کرو۔ تم نے باغ میں جاکر لوگوں کو ذرا چکا چوند کرنا۔ میں بھی تھوڑی دیر میں آملوں گا" اتنا کہکر اس نے دو نوجوانوں کو گاڑی میں سوار کیا۔ اور میں تیزی سے چلکر اس کی آمد سے پیشتر مطب میں جا بیٹھا۔ تاکہ اس کے دل میں یہ شبہ پیدا نہ ہو کہ اسکی عدم موجودگی میں میں ذرا دیر کے لئے بھی یہاں سے اٹھا ہوں۔ جی میں آتی تھی کہ جو کچھ کہنا ہے اس کے منہ پر صاف صاف کہدوں۔ مگر افشا کے خیال سے چپ رہا۔ اور طبیعت پر جبر کرکے ظاہرداری کے لئے اخلاق کے ساتھ رخصت ہوا۔

صاف ظاہر تھا کہ میں نے اس شخص پر اعتبار کر کے سخت دھوکا کھایا۔ لیکن اس خیال سے اطمینان بھی ہوا کہ اس کی دوا کے استعمال نے جتلا دیا۔ کہ قوت ارادی ہی انسان کو سب سے زیادہ بازیابی صحت میں مدد دیتی ہے۔ گھر پہنچکر میں نے چھ کی چھ بوتلیں گلی میں پھینک دیں اور ایک معروف طبیب کو بلاکر اس سے مشورہ کیا جس نے صرف ۵ پونڈ فیس لی۔ اس وقت سے یہ بات میرے ذہن نشین ہو گئی۔ کہ اشتہار بازی دھوکہ کا جال ہے اور خواہ معاملہ کا تعلق طب سے ہو خواہ قانون یا مالیات سے بہرحال اشتہار بازوں پر بھروسہ نہ کرکے ان ہی لوگوں سے مشورہ حاصل کرنا چاہیئے۔ جو اس کے اہل ہوں۔ تین ماہ کے اندر اندر میری صحت بحال ہو گئی۔ اور میں ایڈتھا سے شادی کرکے خوشی کی زندگی بسر کرنے لگا۔

سردست میں اس سے زیادہ نہیں لکھ سکتا۔ شادی کی یاد نے میرے دل میں ایسے جذبات پیدا کئے ہیں جنہیں فرو کرنا اختیار سے باہر ہے۔

---

۲۰ جون ۱۸۹۶ء

آج پھر اپنی داستان شروع کرتا ہوں۔ پورا ایک سال گذرا میری شادی روئے زمین

کی نہایت خوبصورت اور خلیق عورت سے ہوئی۔ اور ہماری زندگی غیر معمولی خوشی کے ساتھ بسر ہونے لگی۔ میرے گھر ایک بیٹا پیدا ہوا جس سے میرے دل کو وہ مسرت حاصل ہوئی جسے صرف اسی وقت محسوس کیا جا سکتا ہے۔ جب انسان پہلی اولاد کا باپ ہو۔ میری صحت اب ہر لحاظ سے اچھی تھی۔ اور میں عادات و معاشرت کے اعتبار سے باقاعدگی اختیار کر چکا تھا۔ دل ان عارضی خوشیوں اور سطحی مسرتوں سے متنفر ہو چکا تھا۔ جن کی بدولت صحت تباہ و برباد ہوئی تھی۔ اور دولت اور شہرت کو بٹہ لگا تھا۔ میری خوشدامن مسز گریول ہمارے ساتھ ہی رہتی تھی۔ اور اکثر یہ دیکھ کر خوش ہوتی۔ کہ میں نے شوہر کے فرایض کو اس خوش اسلوبی سے ادا کیا۔ میرا بھائی جو جسٹریٹ کا عہدہ حاصل کر چکا تھا۔ بارہا مجھ سے ملنے آتا۔ اور ہماری زندگی بڑے ہی اطمینان و سکون کی حالت میں بسر ہو رہی تھی۔ کہ ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس نے اس میں خلل اور برہمی پیدا کر دی۔

ایڈتھا کے ایام زچگی سے فارغ ہونے کے چند دن بعد ایک روز شام کا وقت تھا کہ مجھے اطلاع دی گئی۔ ایک شخص جو اپنا نام ظاہر کرنے سے انکار کرتا ہے۔ مجھ سے تخلیہ میں ملاقات کرنا چاہتا ہے۔ میں نے خادم سے کہا اسے نشست گاہ میں لے آؤ۔ اور خود بھی اسی طرف کو روانہ ہوا۔ میرا ملاقاتی ایک پستہ قامت بدصورت آدمی تھا جس نے بھڑکدار کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ وہ کچھ ایسے گستاخانہ انداز سے کمرہ میں داخل ہوا کہ معلوم ہوتا تھا کسی بڑے کام کے لئے آیا ہے۔ جس کی نسبت اسے یقین ہے میں اس میں ضرور کامیابی حاصل کر سکوں گا۔ اس کی صورت دیکھتے ہی میرے دل میں اسکے خلاف نفرت کا احساس پیدا ہو گیا۔ اور میں نے بغیر اس کے کہ اسے بیٹھنے کے لئے کہتا پوچھا کیا کام ہے؟ وہ بڑی بے تکلفی سے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہنے لگا۔ "آپ ہی کا نام میکلڈ انلڈ ہے؟" میں نے سرد مہری کا انداز اختیار کرتے ہوئے کہا "میں خوب جانتا ہوں میرا نام کیا ہے۔ اس میں تمہارا کیا دخل ہے؟" اس نے جواب دیا "کچھ تو ہے کہ میں آپ سے یہ سوال پوچھ رہا ہوں۔ میں جس کام کے لئے آیا ہوں۔ اس کا تعلق اس شخص سے ہے جس کا میں نے نام لیا۔ بتلائیے کیا آپ ہی کا یہ نام ہے۔ اور کیا آپ ہی کی شادی مس ایڈتھا گریول سے ہوئی ہے؟" میں نے خشمگین ہو کر کہا۔ "یہ گستاخانہ رویہ ناقابل برداشت ہے۔ تمہیں جو کچھ کہنا ہو۔ صاف طور پر کہدو۔" مگر میرے غصہ کا اس پر کچھ بھی اثر نہ ہوا۔ اور وہ کہنے لگا "میں اسی معاملہ کی طرف آ رہا ہوں۔ سال سوا سال

کا عرصہ گذرا آپ ایک شخص کے مکان پر جایا کرتے تھے جو سوہو سکوئر کے قریب رہتا ہے ۔۔۔" میں چونکا۔ اور میری رنگت زرد ہو گئی۔ کیونکہ میں نے سمجھ لیا اس شخص کا اشارہ اس فرضی طبیب کی طرف ہے جس کے میں زیر علاج رہا تھا۔ وہ مجھے مضطرب اور پریشان دیکھ کر بولا "میں نے جان لیا میرا خیال نادرست نہیں۔ اور غالباً آپ بھی اس بات کو پسند کریں گے کہ آپ کا اس ڈاکٹر کے ہاں جانا کسی کو معلوم نہ ہو۔" میں نے کہا "میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا۔" وہ کہنے لگا "میں سمجھاتا ہوں۔ کیا آپ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ آپ کے بھائی۔ خوشدامن۔ بیوی۔ احباب متعلقین یا خدام کو اس بات کا علم ہو کہ شادی سے چند ماہ پیشتر آپ مسٹر سرشیز کے زیر علاج رہے ؟" میرے دل میں خوف کا احساس پیدا ہونے لگا۔ اور میں نے پریشانی کے عالم میں کہا "میں اس شخص کے ہاں دو بار سے زیادہ نہیں گیا۔" وہ بڑے وحشیانہ لہجہ میں کہنے لگا "اس کا مضائقہ نہیں کہ آپ کتنی دفعہ گئے۔ بہرحال گئے ضرور۔ اور یہ بات بجائے خود کچھ کم اہمیت نہیں رکھتی۔ میں پوچھتا ہوں کیا آپ اس راز کو میرے پاس محفوظ رکھنا چاہتے ہیں؟ اور اگر چاہتے ہیں۔ تو اس کا معاوضہ کیا دیں گے ؟" "بدبخت پاجی!" میں نے جوش میں بھر کر کہا۔ "کیا تم مجھ سے رشوت لینا چاہتے ہو؟" وہ پرسکون کے ساتھ کہنے لگا "آپ ناحق غضبناک ہو رہے ہیں۔ مجھے دھمکانے سے کام نہ چلیگا۔ میں روپیہ طلب کرتا ہوں۔ اور آپ کو روپیہ ہی دینا ہوگا۔" "اور اگر نہ دوں؟" میں نے افشائے راز کے خوف سے سخت ہی پریشان ہو کر کہا۔ کیونکہ میں ڈرتا تھا سرشیز جیسے آدمی کے زیر علاج ہونے کا واقعہ فاش ہونے سے میری سخت ذلت اور بدنامی ہوگی۔ وہ کہنے لگا۔ "نہ دوگے تو میں آپ کا راز ان لوگوں پر فاش کر دوں گا جن کا میں نے ذکر کیا ہے۔ اس کے بعد میں نہیں کہہ سکتا آپ سوسائیٹی میں کس منہ سے شریک ہو سکیں گے" میرا دل پہلو میں بیٹھ گیا۔ اور میں نے گھبراہٹ کے لہجہ میں کہا۔ "پھر اب تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟" بولا "سردست صرف ۔۔ دو پونڈ" "سردست!" میں نے اسی کے لفظ کو دوہراتے ہوئے کہا۔ "کیا تم پھر بھی اس قسم کے مطالبات لیکر آنے کا ارادہ رکھتے ہو؟" اس نے جواب دیا۔ "اس کا دارومدار حالات پر ہے۔ اگر آپ ایک ہی بار بغیر حیل وحجت کے میرے مطالبات پورے کر دیں تو پھر شاید میں دوبارہ تکلیف نہ دوں۔" میرے لئے اس کی بات ماننے کے سوا چارہ کار نہ تھا۔ طوعاً و کرہاً میں نے اس رقم کے بنک نوٹ اس کے حوالہ کر دیئے۔ اس کے بعد وہ رخصت ہو گیا اور میں بہت دیر تک اس واقعہ پر غور کرتا رہا۔

کتنے ہی عرصہ کے بعد میرے مزاج نے سکون حاصل کیا - اور میں اس قابل ہوا کہ اپنی بیوی اور خورشید امن کے دل میں کسی ناگوار واقعہ کا شبہ پیدا کئے بغیر ان کے سامنے آسکوں - دل کو سخت رنج واضطراب تھا - مگر بصد دشواری میں اسے فرو کرنے میں کامیاب ہوا - دوسرے دن علی الصبح مسٹر سرٹینر سے ملنے گیا - پہلے تو اس نے مجھے پہچانا ہی نہیں یا کم ازکم یہ ظاہر کیا کہ وہ مجھے فراموش کرچکا ہے - مگر جب میں نے اپنا نام بتایا - تو کہنے لگا "اوہ! کیا یہ ممکن ہے کہ آپ پھر مجھ سے مشورہ حاصل کرنے آئے ہیں؟" ایک ایسی تلخی کے لہجہ میں جسے وہ بڑی کوشش کے باوجود چھپا نہ سکا میں نے جواب دیا - "معاف کیجئے - میں نے آپ کے مشوروں سے پہلے ہی بھر پایا ہے" مجھے نارض دیکھ کر اس نے اپنا ہونٹ کاٹا - اور اس کے چہرہ کا رنگ سرخ ہوگیا - میں نے کل کا واقعہ اس کے روبرو تفصیل کے ساتھ بیان کیا اور کہا "اس میں ساری شرارت یقیناً آپ کی ہے" - مگر اس نے اتنی حقیقی یا مصنوعی غصہ کا کچھ ایسا اظہار کیا کہ میں نے اس وقت اس کی بات کو صحیح مان لیا - اور اگر مجھے اس بیان کے لوگوں کی نظروں میں آنے کا یقین ہو تو میں صاف لکھ دوں کہ کوئی یہ نہ سمجھے میرے خیال میں مسٹر سرٹینر حقیقت میں استحصال بالجبر کے اس واقعہ میں شریک تھا مجھے اس سے سخت ہی نفرت ہے - مگر اس کے باوجود میں اس سے ناانصافی کرنا نہیں چاہتا - پس میں صاف طور پر لکھ دینا چاہتا ہوں کہ اس نے اپنی بے تعلقی کا بڑے زور اور اطمینان بخش پیرایہ میں اظہار کیا - مگر میں نے پوچھا "آخر اس شخص کو جو میرے پاس آیا تھا - اس واقعہ کا علم کیونکر ہوا؟" وہ بولا "میں خود حیران ہوں - مگر بعض باتیں نہایت غیرمعمولی طریق پر لوگوں تک پہنچ جاتی ہیں - جو کچھ بھی ہو میں یقین دلاتا ہوں کہ اس واقعہ سے میں اتنا ہی بے تعلق ہوں - جیسے کوئی نومولود بچہ - جس طرح آپ چاہیں میں اس کا یقین دلانے کو آمادہ ہوں" میں نے پریشان ہوکر فقط اتنا کہا کہ "میں فطرت انسانی کو اتنا برا نہیں سمجھتا" اور اس کے بعد وہاں سے چلا آیا - ہرچند کہ طبیعت سخت مضطرب تھی - تاہم مسٹر سرٹینر کے مکان سے نکلتے ہوئے میں اس بات کو محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا - کہ نچلی منزل سے مچھلی پکنے کی نہایت تیز اور ناگوار بو آتی تھی - مسز سرٹینر بھی مجھے تیزی سے چلتی ہوئی زینہ پر ملی - غالباً وہ باورچی خانہ سے آرہی تھی - کیونکہ بدن پسینہ سے تر اور لباس کثیف نظر آتا تھا - حالانکہ میں جانتا تھا چند گھنٹوں میں یہی عورت قوس و قزح رنگ کے بھڑکیلے کپڑے پہن کر اور نمائشی زیورات سے آراستہ ہوکر گاڑی میں بیٹھ کر سیر کو نکلے گی!

اس جگہ میں پھر ایک بار کہ دینا چاہتا ہوں کہ جس وقت میں مسٹر سرشیز کے مکان سے رخصت ہوا تو اس بات کا پورے طور سے یقین ہو چکا تھا۔ کہ وہ کل کے واقعہ سے سراسر بے تعلق ہے لیکن گھر واپس آتے ہوئے میں اپنے دل میں یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ کل رات کا واقعہ میری اپنی بداعتدالیوں کی سزا ہے خواہ سرشیز اس معاملہ میں بے قصور ہو۔ بہرحال جو کچھ ہوا وہ اشتہاری طریق علاج ہی کا نتیجہ ہے۔ اگر یہ طریق مٹا دیا جائے۔ تو استحصال بالجبر کرنے والوں کی طرف سے بھی اطمینان حاصل ہو جائے۔ بتدریج میری طبیعت سکون پذیر ہونے لگی۔ اور آخر جب چند ہفتے۔ اور مہینے گذر گئے تو اس واقعہ کی یاد بھی ذہن سے اتر گئی۔ مگر انہی ایام میں وہ آدمی ایک دن پھر میرے سامنے آ نمودار ہوا۔ میں اپنی بیوی اور اس کی ماں کے پاس بیٹھا تھا۔ اور ہم بڑے اطمینان سے باتیں کر رہے تھے۔ کہ مجھے یہ پیغام پہنچایا گیا "ایک آدمی آپ سے تخلیہ میں ملنا چاہتا ہے" یہ بیان کرنا لاحاصل ہوگا کہ اس نے کس گستاخانہ انداز سے پھر اپنے مطالبات تازہ کئے۔ اور مجھے کس مجبوری سے اسکی بات ماننی پڑی۔ مختصر یہ کہ ۵۰۰ پونڈ کی رقم پھر اس کی نذر کی گئی۔ اور پھر ایک بار مجھے خواتین کے پاس واپس جانے سے پیشتر اپنے جذبات کو حتے الامکان سکون کے پردہ میں چھپانا پڑا۔ اس شخص کی آمد کا پہلا واقعہ تو مجھے جلدی ہی فراموش ہو گیا تھا۔ مگر یہ دوسرا موقعہ باوجود بڑی کوشش کے میرے ذہن سے خارج نہ ہوتا تھا۔ میں اپنے دل میں اس بات کو محسوس کرتا تھا کہ میں ایک ناہنجار کے زیر اختیار ہوں جسے یقیناً پھر کسی وقت آنے میں دریغ نہ ہوگا۔ میرا یہ خیال غلط ثابت نہ ہوا۔ اور اس کے چند ہی ماہ بعد یوم کرسمس کی شام کو پھر ایک بار مجھے یہی مہلک اطلاع پہنچائی گئی۔ کہ ایک شخص آپ سے ملنے پر اصرار کرتا ہے۔ اس موقعہ پر نوکر کی زبانی اطلاع پا کر میں اس طرح چونکا اور مجھ سے ایسی بے چینی کا اظہار ہوا کہ اسے میری بیوی اور خوشدامن نے بھی دیکھ لیا۔ انہوں نے میری طرف فکرمند نگاہ سے دیکھا۔ مگر ان کی طرف توجہ نہ کی میں نشستگاہ میں پہنچا۔ اور اس شخص کو اس طرح بار بار آکر دق کرنے کی وجہ سے بہت کچھ سخت سست کہا۔ وہ میری سب باتوں کو ایسے سکون اور اطمینان کے ساتھ سنتا رہا جس سے میں اور زیادہ غضبناک ہوا۔ حتیٰ کہ آخر کار میں بک جھک کر خاموش ہو گیا۔ اس وقت وہ مجھ سے کہنے لگا "مجھے یہاں سے ترک وطن کرنے کا ایک بہت اچھا موقعہ ہاتھ آیا ہے۔ اور اگر آپ میری ضرورت پوری کرنے کے لئے چند ہزار پونڈ کی رقم یکمشت دے سکیں تو پھر میں

آپ کے پاس نہیں آؤنگا۔" میں نے اس سے حلف لیکر اور پختہ وعدے حاصل کرکے محض اس راز کے افشا سے بچنے کے لئے جس کے اظہار سے میری عزت خاک میں ملنے کا اندیشہ تھا۔ نا ہنجار کو ایک نہایت معقول رقم کا چیک لکھ کر دے دیا۔ اور اس طرح جوں توں کرکے اس بلا کو ٹالا۔ ایڈتھا اور مسز گریول کے پاس آکر میں نے اپنی اس وقت کی گھبراہٹ اور پریشانی کے متعلق کچھ بات بنا کر کہ دی۔ لیکن مجھے یہ دیکھ کر سخت ہی رنج ہوا کہ انھوں نے محسوس کر لیا ہے۔ میں انہیں دھوکا دے رہا ہوں۔ یعنی یہ کہ جو کچھ میں نے ان سے کہا وہ راست نہیں۔ اور میرے دل میں کچھ اور ہی بات ہے۔ جسے میں نے اُن کے روبرو ظاہر نہیں کیا۔[1]

[1] چند سال گذرے "ڈکلک ایڈ وینرز" کے نام سے ایک کتاب شایع ہوئی تھی۔ جس میں عطائی طبیبوں اور اُن کی طبابت کے متعلق ذیل کے فقرات درج ہیں:۔
"کم و بیش ہر ایک مہذب سوسایٹی میں قانون ساز لوگ ان لوگوں کو ایک دبا یا لعنت سمجھتے ہیں۔ اور اس قسم کی طبابت کو رد کرنے کے لئے قوانین نافذ کئے گئے ہیں۔ یورپ کے مختلف ملکوں میں اس غرض سے سند یافتہ اطبا کے کالج قایم ہیں۔ کہ وہ ان لوگوں کی قابلیت کا امتحان کریں جو فن طبابت شروع کرنا چاہتے ہیں۔ تمام دواؤں کا معائنہ کریں اور جو خراب ثابت ہوں انہیں تلف کر دیں۔ اس قسم کے معائنہ کے بعد جن دوا فروشوں کی ادویہ ناقص ثابت ہوتی تھیں انہیں سخت سزائیں دی جاتی تھیں۔ جیمز اول (شاہ انگلستان) کے عہد میں ایک حکم اس مطلب کا جاری کیا گیا تھا۔ کہ سند یافتہ اطبا کے کالجوں سے تعلق رکھنے والے محتسب عطائی طبیبوں کا امتحان لیں۔ چنانچہ کئی تعویذ فروشوں۔ ٹوٹکہ بازوں اور پانی وغیرہ کے ذریعہ علاج کرنے والوں کو سزائے قید و جرمانہ دی گئی۔ اور بعض کو جلا وطن بھی کیا گیا تھا۔ اس سختی کی بدولت یہ خرابی کچھ عرصہ کے لیئے تو رک گئی۔ مگر ولیم سوم کے عہد میں جب پھر اس نے زور پکڑا تو دوبارہ ان قوانین کو سختی سے عمل میں لانا پڑا۔ بہتوں کا یہ حال تھا۔ کہ جب ان کی قابلیت کا جایزہ لیا گیا۔ تو معلوم ہوا کہ وہ لکھ پڑھ بھی نہیں سکتے۔ بعض کی نسبت معلوم ہوا کہ وہ بدنصیب گنہگار عورتوں کے حمل ساقط کرکے روپیہ پیدا کرتے ہیں۔ اور کچھ ایسے بھی تھے جو شادی کرانے میں فریقین سے دھوکہ بازی کرکے روپیہ لوٹتے تھے۔ غرض ان سب کو عبرتناک سزائیں دی گئیں۔ بعض کی صلیب پر نمایش کی گئی بعض کو اس طرح گھوڑے پر سوار کیا گیا۔ کہ ان کا منہ دُم کی طرف رہے۔ ان کی ناک اور ہونٹ میں شگاف دیا گیا۔ اور گردن میں پاخانہ کے مٹی کے برتن لٹکا دیئے گئے۔ اس تشہیر کے بعد بعض کو سزائے

بلاشبہ ان کا خیال درست تھا۔ اسی دن سے میرے چین اور آرام میں خلل واقع ہوا کہ مجھے اسکے دوبارہ حاصل ہونے سے ناامیدی ہوگئی۔ کوئی آواز رہ رہ کر یہی کہتی تھی کہ باوجود ہر قسم کے وعدوں کے وہ بدمعاش پھر نمودار ہوگا۔ اس کی طرف سے اس قدر اندیشہ رہنے لگا۔ کہ کوئی دروازہ پر دستک بھی دیتا تو میں چونک جاتا۔ سیر کرنے جاتا تو واپسی کے وقت یہی کھٹکا رہتا کہ نوکر یہ نہ کہیں آپ کی عدم موجودگی میں فلاں شخص ملنے آیا تھا۔ اور اب پھر آنے کو کہہ گیا ہے۔ اس طرح پر زندگی بار ہوگئی۔ اور اس راز کو سینہ میں محفوظ رکھنے کی ضرورت نے میرے رنج والم کو دوبالا کر دیا۔ بارہا جی میں آئی کہ بیوی اور خوشدامن کے روبرو کچھ بہانہ کرکے یہ تجویز پیش کردوں کہ ہم انگلستان سے عازم یورپ ہو جائیں۔ اور وہیں چل بسیں

(بقیہ نوٹ صفحہ ۲۴۴۴) تازیانہ دی گئی بعض قید ہوئے۔ بعض کے بدن کو داغ دیا گیا۔ اور بعض جلاوطن کر دیے گئے۔

عطائی طبیب جن لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ وہ اگر چاہیں تو انہیں بتا سکتے ہیں کہ اب بھی ایسے قوانین موجود ہیں۔ جن کی رو سے انہیں سزا دلائی جا سکتی ہے۔ اور ہمارا اپنا مشورہ یہ ہے کہ جن لوگوں کا ایسے پاجی آدمیوں سے واسطہ پڑے وہ ضرور وکلاء سے مشورہ کرکے ان کے خلاف چارہ جوئی کریں۔ یہ امر ناقابل برداشت ہے کہ یہ رذیل طبقہ خلقت کا روپیہ لوٹ کر شاندار محلوں میں رہے گاڑیوں کی سیر کرے اور شب و روز عیش و آرام کی زندگی بسر کرے۔

بہت مدت نہیں گذری ایک مشہور ڈاکٹر مسٹر چارلیس وڈن نے پارلیمنٹ میں ایک عرضی عطائی طبیبوں کے خلاف پیش کی تھی جس میں ایک جگہ ذیل کی سطور بھی درج تھیں۔ یقین ہے ہمارے ناظرین انہیں بڑی ہی دلچسپی سے پڑھیں گے۔

"برطانیہ کے سوا یورپ کے باقی تمام ملکوں میں عطائی طبیبوں کے خلاف بہت سی حفاظتی تدابیر موجود ہیں۔ اور اس بارہ میں قانون یہ ہے کہ کوئی شخص جو باقاعدہ تعلیم حاصل نہ کر چکا ہو۔ نہ کسی بیمار کا علاج کرے۔ اور نہ بغیر علاج اسے اپنی نگرانی میں رکھے۔ اگر وہ ایسا کرے تو اسے سزائے قید یا جرمانہ دی جا سکتی ہے۔ مگر یہاں انگلستان میں نہ صرف باورچی۔ درزی۔ معمار۔ مزدور۔ پنسل ساز۔ دھوبی۔ کباڑی۔ پھیری والے اور پارچہ فروش ہدایت کر سکتے ہیں۔ بلکہ عورتیں بھی بے خبر لوگوں کو لوٹنے سے دریغ نہیں کرتیں۔ جو لوگ از راہ حماقت ان کے دام میں پھنس جائیں۔ ان کی ناعاقبت اندیشی سے سب ہی فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔ اور بہتوں کو تو بیچارے زندگی تک سے محروم

مگر حیران تھا ۔ اس کے لئے کیا عذر پیش کروں؟ علاوہ بریں کیا عجب وہ کم بخت وہاں بھی میری تلاش شروع کر دے ۔ کیونکہ یہ صریحاً غیر ممکن تھا ۔ کہ میں نام کی تبدیلی کے متعلق بھی کوئی عذر پیش کر دیتا ۔ اسی کشمکش و پیچ میں کئی ماہ گذر گئے ۔ میں نے کئی تجاویز سوچیں ۔ مگر ایک بھی قابل عمل نظر نہ آئی ۔ اور انہی ایام میں میں نے دیکھا کہ میری جان سے پیاری ایڈتھا کی صحت خراب ہونے لگی ۔ اور وہ ہر وقت افسردہ رہتی تھی کیوں؟ اس لئے کہ وہ دیکھتی تھی میں کوئی بات اس سے پوشیدہ رکھتا ہوں۔

اور کیا وہ ظالم جوان ساری تکالیف کا موجب تھا ۔ واپس نہیں آیا؟ یہ کیونکر ممکن تھا ۔ وہ آیا اور اس نے پھر اپنے مطالبات بڑی سختی کے ساتھ پیش کئے ۔ اس موقعہ پر اس نے مجھ

(بقیہ نوٹ صفحہ ۲۴۳۵) کر دیتے ہیں ۔ جو ان کا علاج کر کے بھی زندہ رہیں ۔ ان کی صحت بہرحال ایسی بگڑتی ہے کہ باقی زندگی سخت ہی مصیبت میں بسر ہوتی ہے ۔

اس سلسلہ میں پیٹنٹ دواؤں کے مضر اثرات بھی قابل ذکر ہیں ۔ جن کے اجزائے ترکیبی خطرناک تو بہر صورت ہوتے ہیں ۔ مگر بعض حالتوں میں مہلک بھی ثابت ہوتے ہیں ۔ بخلاف ازیں براعظم یورپ پر کوئی اس قسم کی پیٹنٹ دوائی اس وقت تک فروخت نہیں کی جاسکتی ۔ جب تک کیمیا دان افسروں سے سرکاری طور پر اس کا معاینہ نہ کرا لیا جائے ۔ اور وہ معلوم نہ کر لیں کہ اس کے اجزا اور خواص کیا ہیں ۔ ظاہر ہے کہ قانون ۔ مذہب اور طبعیات کی طرح طبابت میں بھی انسانی قابلیت اسی وقت مکمل ہوتی ہے ۔ جب اس کی باقاعدہ تعلیم حاصل کی جائے ۔ جس طرح کوئی شخص قانون کی تعلیم حاصل کئے بغیر لائق مقنن یا طبعیات کی تعلیم کے بغیر قابل سائنسدان نہیں ہو سکتا ۔ اسی طرح طب کے علم و عمل کے بغیر طبابت نہیں سیکھی جاسکتی ۔ جو شخص بغیر کامل تعلیم حاصل کئے کوئی کام کرے گا ۔ وہ گو اپنے فایدہ کی صورت پیدا کرلے ۔ بہرحال خلقت کو کچھ بھی فایدہ نہیں پہنچا سکتا کیونکہ عطائی طریق علاج سے گو بعض حالتوں میں لوگوں کو شفا حاصل ہو جائے تو بھی اسے قابل اعتماد نہیں سمجھا جاسکتا ۔ علاوہ بریں اگر کسی ایسے معالج کی دوا سے مریض کے اندر غیر معمولی علامات نمودار ہو جائیں تو پھر نہ وہ انہیں سمجھ اور نہ رفع کر سکتا ہے ۔ حالانکہ اگر اس نے طب کی باقاعدہ تعلیم حاصل کی ہو تو وہ بآسانی ان کے انسداد کی صورت پیدا کر لیگا ۔ تجربہ بہت اچھی چیز ہے ۔ مگر علم کے بغیر محض بیکار اور خطرناک ہے ۔ ایسے شخصوں کی حالت اس ملاح کی طرح ہے ۔ جو سمندر کے خطرات سے بے خبر جہاز کو راہ راست پر چلانے سے عاری ہو۔

سے... ۲۰ پونڈ وصول کئے۔ اور جب میں نے اس کے وعدے اور قسمیں یاد دلائیں تو وہ بڑی ڈھٹائی سے ہنسنے لگا۔ اوہ! میں بیان نہیں کر سکتا۔ مجھے اس شخص کے خلاف کتنی زبردست نفرت تھی! جی چاہتا تھا اسے یہیں اسی جگہ قتل کر دوں۔ مگر اپنی پیاری بیوی اور بچہ کا خیال مانع آیا۔ اور میں بدقت اس پر وار کرنے سے باز رہا۔ بہرحال اس واقعہ سے دل میں سخت بےچینی پیدا ہو گئی۔ مزاج کی عصبیت دن بدن بڑھنے لگی۔ اور شب و روز کے غم نے صحت کو اسی تیزی کے ساتھ برباد کرنا شروع کیا جس سے عیش پرستی نے اس سے پیشتر کیا تھا۔ اور اس سے بھی برا اثر یہ ہوا کہ میری پیاری ایڈتھا دن بدن نمایاں طور پر زرد اور کمزور ہوتی گئی۔ میں اس سے اظہار ہمدردی کی جرأت نہ کر سکتا تھا۔ کیونکہ باوجود بڑی کوشش کے اس کے سامنے اس دروغ بیانی کی جرأت نہ ہوتی۔ کہ میں ہر طرح خوش و خرم ہوں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہماری زندگی پر جو مسرت اور اطمینان کے ساتھ بسر ہوتی تھی۔ غم کے بادل چھانے لگے۔ ہم میں سے ہر ایک افسردہ اور المناک نظر آنے لگا۔ اور مجھے یہ دیکھ کر سخت ہی رنج ہوا۔ کہ مسز گربول اب مجھے بے اعتمادی کی نظر سے دیکھنے لگی ہے۔ شاید وہ سمجھتی تھی۔ اس سے کسی جرم کا ارتکاب ہوا ہے۔ جسے وہ ظاہر نہیں کرتا۔ میری رائے میں اسکا یہی خیال تھا۔ ورنہ وہ ضرور مجھ سے اس بارہ میں سوال پوچھتی۔ لیکن وہ بیچاری میرا حسرتناک انجام دیکھنے کے لئے زندہ نہ رہی۔ کیونکہ ایک مختصر مگر خطرناک بیماری کے بعد وہ ہم سے دائمی طور پر جدا ہو گئی۔ اور اپنی موجودہ حالت میں میں اس واقعہ سے یہ سوچکر خوش ہوا۔ کہ اب ایک ہی شخص کو دھوکہ میں رکھنا ہوگا۔ یعنی صرف میری بیوی میری حالت کو دیکھ کر رنجیدہ ہوا کرے گی۔ اُف! یہ اگر دیوانگی کا آغاز نہیں تو اور کیا تھا؟ صاف ظاہر تھا کہ میرے دماغ کو کوئی بھاری صدمہ پہنچ چکا تھا۔

(بقیہ نوٹ صفحہ ۲۴۳۶) عطائی طریق علاج سائنٹفک طریق علاج کے عین برعکس ہے۔ اسکی تہ میں کوئی اصول کام نہیں کرتا۔ بلکہ صرف ایک دو باتوں کی واقفیت کی بنا پر ٹھیکہ کیا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ اسے آزادانہ طریق عمل کے خلاف سمجھا جاتا ہے۔ ایک طب پر کیا موقوف ہے۔ مذہب۔ قانون۔ سیاست اور طبعیات غرض ہر شعبہ میں لاعلمی ایک خوفناک سانپ ہے۔ جس سے ہر شخص کو محفوظ رہنا چاہیئے۔ کوئی کچھ بھی کہے اس سے بنی نوع انسان کو بہرحال نقصان پہنچتا ہے۔ پس قانون سازوں کا فرض ہے کہ جو خلقت کی بہتری میں خلل انداز ہوتے ہیں۔ ان پر ضروری پابندیاں عاید کریں۔ ۱۲

میری خوشدامن کو قبرستان آباد کئے بہت دن گذرے تھے۔ کہ وہی جابر پھر نمودار ہوا جتنا زیادہ میں اس سے دبتا۔ اسی قدر اس کے مطالبات بڑھ رہے تھے۔ لیکن اس مرتبہ میں اسکی مانگ کو پورا کرنے کے ناقابل تھا۔ یہ سچ ہے کہ ابھی کافی جائیداد باقی تھی۔ مگر وہ سب میری بیوی کے نام منسوب ہو چکی تھی۔ اور میرے پاس جو رقم موجود تھی۔ اس سے میں اس شخص کا اطمینان نہ کر سکتا تھا۔ میں نے اس کے روبرو سارے حالات بڑی عاجزی اور صفائی کے ساتھ بیان کئے اور اس سے رحم کا طلبگار ہوا۔ ہاں میں سچ کہتا ہوں کہ میں نے پُرنم آنکھوں سے اس ظالم کی منتیں کیں۔ مگر اس بدبخت۔ اس شیطان کو میرے رنج والم یا آہ وزاری کی کیا پروا تھی۔ کہنے لگا "مجھے روپے کی ضرورت ہے۔ اور میں اسے لئے بغیر نہیں جاؤں گا آپ کے پاس نہیں ہے تو کہیں سے پیدا کیجئے" چنانچہ اس نے مجھے ایک سودخوار کا پتہ بتایا اور کہنے لگا۔ کل شام تک اس سے روپیہ لے رکھیے۔ میں کل اسی وقت پھر آؤں گا۔ اس منحوس گھڑی کو گالیاں دیتا جب میں اس نام نہاد طبیب سر شیر کے ہاں گیا تھا۔ طوعاً وکرہاً میں اس سودخوار کے ہاں گیا۔ جس نے غیر معمولی شرح سود پر مجھے ۴ ہزار پونڈ قرض دینا منظور کیا۔ یہ سب روپیہ بھی اسی ظالم کے پیٹ میں گیا۔ اور اب کی مرتبہ اُسے روپیہ دینے کے بعد میں بے ہوش ہو کر گر گیا۔ مجھے یاد نہیں کتنے دن بعد ہوش آیا۔ بہرحال ہوش میں آنے پر معلوم ہوا کہ میں سخت ہذیان کرتا رہا ہوں۔ میری پیاری بیوی سرہانے بیٹھی تھی۔ مگر ہائے! میں بیان نہیں کر سکتا۔ کتنی زرد رو۔ کیسی نحیف اور کس قدر غمزدہ تھی۔ یہ معلوم کرنے کے لئے کہ بیہوشی میں میرے منہ سے راز کی بات تو نہیں نکلی۔ میں نے اس سے محفوظ پیرایہ میں سوالات پوچھے۔ لیکن معلوم ہوا کہ وہ بات ظاہر نہیں ہوئی۔ اس پر میں نے اطمینان کا سانس لیا۔ وہ اپنے دونوں بازو میری گردن میں ڈال کر لپٹ گئی۔ اور زار زار روتے ہوئے کہنے لگی۔ "پیارے شوہر ضرور کوئی پوشیدہ غم تمہاری جان کو نڈھال کر رہا ہے۔ کیا وجہ تم اسے مجھ سے چھپاتے ہو؟ کیا میں راز دار بننے کے قابل نہیں؟ میں دیکھتی ہوں اس شخص کی آمد کے بعد جو گاہ بگاہ سرِ شام تم سے ملنے آتا ہے تم سخت ہی مضطرب اور پریشان رہتے ہو۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے؟" میں نے اسے مختلف پیرایہ میں تسلی دینے کی کوشش کی۔ [illegible] کوئی بات ایسی نہیں جو تم سے پوشیدہ ہو۔ وہ ظاہر میں مطمئن ہو گئی۔ مگر میں خوب جانتا تھا اسے دلی اطمینان حاصل نہیں ہوا

کئی دن بستر پر پڑے رہنے کے بعد آخرکار میں صحت یاب ہوا۔ مگر خوشی مجھ سے ہمیشہ

کے لیے جدا ہو چکی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کوئی غضبہ بھوت ہر وقت میرے پیچھے لگا رہتا ہے۔ جس کے تنفس سے وہ ہوا بھی زہریلی ہو جاتی ہے۔ جس میں میں سانس لیتا ہوں۔ میرا دماغ ہر وقت چکر میں رہتا تھا۔ فہم و ادراک جواب دینے لگے تھے۔ یقیناً میں دیوانہ ہوتا جا رہا تھا۔ یارہا جی میں آیا کہ بیوی اور بچہ کو قتل کر کے اپنی جان کا بھی خاتمہ کر لوں۔ مگر پھر سوچتا تھا کہ ان ہاتھوں سے جو اس حسینہ کے گرد حمائل رہ چکے ہیں۔ اسے قتل کروں! ان ہاتھوں سے جو اس معصوم بچہ کو پیار دیتے رہے ہیں۔ اس پھول سی ہستی کا خاتمہ کر دوں! نہیں میرے اندر اس کا حوصلہ نہ تھا اور ان کی خاطر خودکشی کی بھی جرأت نہ تھی۔ لیکن معلوم ہوتا ہے ابھی ہمارے مصائب کی انتہا باقی تھی۔ ایک وکیل نے جسے میں اپنا نہایت معتمد دوست سمجھتا تھا۔ سخت دھوکہ دے کر میرے اور ایڈتھا کے دستخط ایک دستاویز پر حاصل کئے۔ اور ہماری بے خبری میں وہ جائیداد جو ایڈتھا کے نام سے بنک میں محفوظ تھی۔ فروخت کر دی۔ سارے روپیہ پر قبضہ کر کے وہ اچانک فرار ہو گیا۔ اور ہم خوشحالی سے احتیاج کی حالت تک پہنچ گئے۔ سود خوار کی میعاد ختم ہوئی اور اس نے روپیہ کی واپسی کے لئے تقاضا شروع کیا۔ میں نے اس سے میعاد بڑھانے کی درخواست کی۔ مگر وہ ایک نہیں سنتا تھا۔ کہنے لگا "میں مجبور ہوں میں نے آپ کی ہنڈی دوسرے ساہوکار کے ہاتھ فروخت کر دی" اس کے چند دن بعد مجھے گرفتار کیا گیا۔ حوالات میں پہنچتے ہی دوست احباب جواب دے گئے۔ وہ سمجھتے تھے میں اپنی فضول خرچی سے اس حالت کو پہنچا ہوں۔ اور مجھے کسی سے امداد حاصل کرنے کا حق نہیں۔ اس مصیبت میں صرف ایک جان میری حامی و مددگار تھی۔ وہی میری پیاری ایڈتھا۔ چند مکانات سے دو ہزار پونڈ سالانہ کی آمدنی ہوتی تھی۔ میری بیوی نے ان کی بنا پر اس قدر روپیہ حاصل کرنا چاہا۔ جو میری رہائی کے لئے ضروری تھا۔ لیکن اس آمدنی کے رک جانے سے نوبت گداگری تک پہنچ جانا یقینی تھا۔ اور میں نہیں چاہتا تھا میری بیوی اور بچہ بھی مصیبت کی زندگی بسر کریں۔ یہ جائیداد ایسے طریق پر محفوظ تھی کہ میرا قرضخواہ اسے قرق نہ کرا سکتا تھا۔ چنانچہ ایک وکیل کے مشورہ سے میں نے عدالت دیوالہ کی پناہ لینا مناسب سمجھا۔ جب معاملہ عدالت میں پہنچا۔ تو میرے قرضخواہ نے فضول خرچی کی بنا پر درخواست کی مخالفت کی۔ میں اس بات کا کیا جواب دیتا کہ اس سے جو روپیہ قرض لیا تھا وہ کہاں صرف ہوا [illegible] نے مجھ سے پوچھا کیا تم نے وہ روپیہ جوئے میں ہار دیا یا لٹا دیا؟ میں نے اسے ایک بہانہ سمجھ کر کہہ دیا ہاں جوئے ہی میں ہارا تھا۔ اور طرح پر بلا وجہ تلف

دروغی کی۔ ہائے اس ظالم کو خدا غارت کرے جس نے مجھے تباہ و برباد کر کے جیل میں بھجوایا دیوالہ تک نوبت پہنچائی۔ حلف دروغی پر مجبور کیا۔ اور اب یہاں پاگل خانہ میں لانے کا سبب بنا ہے۔ الٰہی! جو مصیبتیں میں نے برداشت کی ہیں ان کی یاد کیسے ہوشمند رہنے دے سکتی ہے!

۲۳۔ جولائی ۱۸۴۶ء

کئی دن بعد آج پھر قلم پکڑنے کا موقعہ ملا۔ میرے خیالات پھر معین صورت اختیار کرنے لگے ہیں۔ اور میں یقین کرتا ہوں اگر کسی طرح اس مقام سے نکل گیا۔ تو ضرور دیوانگی سے نجات حاصل کر لوں گا۔

میں لکھ رہا تھا کہ میرا مقدمہ عدالت دیوالہ میں پیش ہوا۔ اور مدعی نے اس کی زوردار مخالفت کی۔ اس پر عدالت نے مجھے اسراف اور فضول خرچی کے جرم میں ایک سال قید کی سزا کا حکم سنایا۔ میں اس طویل زمانہ حراست کا حال کیا لکھوں۔ مختصر یہ کہ مجھ ایسے ذی حس شخص کے لئے یہ سزا بے حد نہایت خوفناک تھی۔ ایڈتھا حلیم۔ بردبار اور بامحبت ایڈتھا بھی اس موقعہ پر مجھے تسکین دینے سے قاصر رہی۔ بارہا میرا ذہنی رنج اس حد تک بڑھتا کہ میں سمجھتا اب زندہ نہیں مر چکا ہوں۔ اور مجھے یہ تمام خوفناک سزائیں دوزخ میں مل رہی ہیں۔ اُف! کیسے کیسے ہولناک خیالات میرے دل میں پیدا ہوتے تھے۔ جوں توں کر کے یہ وقت بھی گذرا اور میں نے پھر ایک بار آزادی حاصل کی۔ جیلخانہ سے چھٹ کر میں نے مضافات لندن میں ایک مختصر سا مکان کرایہ پر لیا۔ اور اب یہ سمجھنے لگا کہ ہر قسم کی تکلیف برداشت کرنے کے بعد آخر کار خدا نے اس کی زندگی بسر کرنے کا موقعہ دیا ہے۔ میرا بیٹا جوان ہونے لگا۔ اور اب . . . آہ! اب وہ کیسا خوبصورت جوان ہوگا! اسی طرح دو سال گذر گئے۔ اور میں خوش تھا کہ کوئی غیر معمولی واقعہ ہماری اطمینان کی زندگی میں حائل نہیں ہوا۔ کہ یکایک وہی شخص جو میری تمام مصیبتوں کا باعث ہوا تھا۔ پھر ایک دن بازار میں مل گیا۔ اُف! میں بیان نہیں کر سکتا اُسے دیکھ کر میں کس زور سے کانپا۔ یوں معلوم ہوتا تھا زمین کے زیریں حصہ سے کوئی خوفناک عفریت مجھے نگل جانے کے لئے نمودار ہوا ہے۔ وہ شخص مجھے تباہی کی مجسم صورت نظر آیا۔ قریب تھا۔ مجھے غش آ جاتا تو اس خوفناک شخص کی آواز نے چونکا دیا۔ جو از سر نو مطالبات پیش کر رہا تھا۔ میں اسے سا

لیکر قریب ہی ایک ادنٰے درجہ کے شراب خانہ میں پہنچا۔ اور چونکہ وہاں ہمارے سوا کوئی اور موجود نہ تھا۔ اس لیئے ہمیں صفائی سے گفتگو کرنے کا موقعہ مل گیا۔ مگر صفائی کیسی! وہ کمبخت اپنی بات پر مصر تھا۔ ہر لفظ جو اس کے منہ سے نکلتا۔ پگھلے ہوئے سیسہ کی طرح میرے دل پر گرتا تھا۔ اور ہر کلمہ جو میں اس کے جواب میں کہتا۔ اس طرح سنائی دیتا تھا جیسے گرم سرخ لوہے پر پانی کا قطرہ گرنے سے آواز پیدا ہوتی ہے۔ میں نے اسے ٹالنے کی بہت کوشش کی۔ مگر بے سُود۔ کہتا تھا اگر تم مجھے روپیہ نہ دوگے تو میں تمہارے پیچھے پیچھے مکان تک چلوں گا۔ اب کی مرتبہ اس کا مطالبہ میری حیثیت کے مطابق تھا۔ اور وہ کہنے لگا کہ ..... پونڈ لیکر ہی چلا جاؤنگا۔ میں نے اس سے اگلی شام کا وعدہ کیا۔ اور کہا اب تم چلے جاؤ۔ مگر ذرا دیر بعد بازار میں چلتے ہوئے پیچھے مُڑ کر دیکھا۔ تو معلوم ہوا وہ سایہ کی طرح ساتھ ہے۔ مکان تک وہ اسی طرح پیچھے لگا رہا۔ میں نے بھی نہیں روکا۔ کیونکہ صاف ظاہر تھا۔ کہ اس پر حملہ آور ہونا یا ٹالنے کی کوشش کرنا بے سود ہے۔

خدا ہی بہتر جانتا ہے میں نے اپنی بیوی کے سامنے اپنی بدلی ہوئی صورت کے متعلق کیا عذر پیش کیا۔ یا کیونکر اصلی بات کو دروغ بیانی کے پردہ میں چھپایا۔ بہر حال میں نے کچھ نہ کچھ کہکر اس کا اطمینان کرایا۔ اور دوسرے دن پھر اسی قرضخواہ کے پاس گیا جس سے پہلے روپیہ لیکر اس نوبت کو پہنچا تھا۔ امید تھی وہ انکار کر دے گا۔ لیکن مجھے یہ دیکھ کر سخت تعجب ہوا کہ اس نے ذرا بھی تامل کے بغیر میری درخواست منظور کر لی۔ میں نے ہنڈی لکھ کر روپیہ وصول کیا۔ اور یہ رقم اس شخص کے سپرد کی جس کی خاطر مجھے دوبارہ قرض لینا پڑا۔ تقاضا تو ٹل گیا۔ مگر اس تازہ واقعہ نے میرے دل پر ایسا اثر ڈالا کہ پریشانی اور بڑھ گئی۔ خیالات پر پردہ سا حاوی ہونے لگا۔ اور یاد تھا کو اس قدر تشویش ہوئی۔ کہ میرا خیال ہے انجام کار ایسے میرے بھائی کو جو مجسٹریٹ ہے طلب کرنا پڑا۔ عرصہ دراز کے بعد ہم دونو بھائی ایک دوسرے سے ملے۔ اس کے بعد کیا ہوا۔ اس کے متعلق میرا حافظہ کچھ مدد نہیں دیتا۔ جب مجھے ہوش آیا تو میں نے اپنے آپ کو اس مکان میں پایا۔

ہاں۔ اس مکان میں جہاں میں یہ سطور قلمبند کر رہا ہوں۔ آہ! اب میں دیوانہ ہوں۔ یا یوں سمجھنا چاہیئے۔ کہ لوگ مجھے دیوانہ کہتے ہیں۔ مگر خدا یا تو بہتر جانتا ہے کہ میں نے جو مصائب برداشت کیئے وہ کسی ہوشمند آدمی کو دیوانہ بنا دینے کے لیئے ناکافی نہیں۔ اگر ایسی تکالیف

دیوانگی پیدا نہ کریں تو اور کونسی چیز کرسکتی ہے۔ مگر اب میں اچھا ہوں۔ میں دیکھتا ہوں۔ مجھ پر دیوانگی کا اثر باقی نہیں۔ اگرچہ ممکن ہے میرے دوست اس بات کو تسلیم نہ کریں گے۔ کل میرا بھائی ملنے آیا تھا۔ اس نے جس انداز سے گفتگو کی۔ اس سے میں سمجھتا ہوں کہ گو وہ خیال کرتا ہے میں پہلے سے بہتر ہو چلا ہوں تاہم اب تک مجھے دیوانہ ہی تصور کرتا ہے۔ میں نے اس سے درخواست کی تھی۔ کہ ایڈتھا اور میرے بیٹے کو میرے پاس لانا۔ اور اس نے اقرار کو انہیں لانے کا وعدہ کیا تھا۔ اسی کی زبانی یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ بخیریت ہیں اگرچہ میری وجہ سے انہیں سخت رنج ہے۔

اب میں نے ایک اور تجویز سوچی ہے۔ اور اس پر عمل کرونگا۔ میں نے فرار ہونے کی ٹھان لی ہے۔ میں یہاں سے نکلکر فرانس کو چلا جاؤنگا۔ وہاں پہنچکر میرا ارادہ کوئی فرضی نام اختیار کرلینے کا ہے۔ اور وہیں سے میں ایڈتھا اور اپنے بیٹے کو پاس بلاؤں گا۔ وہ ظالم جس نے مجھے اس نوبت تک پہنچایا ہے۔ وہاں میرا تعاقب نہ کرسکیگا۔ اور میری زندگی خوشی سے نہیں تو امن سے بسر ہو سکے گی۔ بس اب یہی میرا پختہ ارادہ ہے۔ مگر کیا میں جانے سے پہلے اس مسودہ کو چاک کردوں جس کی تحریر نہ صرف وقت گذارنے کا بہترین ذریعہ ثابت ہوئی۔ بلکہ اس سے مجھے فائدہ بھی بہت پہنچا؟ نہیں ان کاغذات کو تلف کرنے کو جی نہیں چاہتا جن میں ایک ایسی عبرتناک اور سبق آموز داستان موجود ہے۔ ہاں ایک دشواری یہ ہے کہ اس میں میرا ارادہ اور میرا نام دونو باتیں ہیں۔ ایسا نہ ہو یہ کاغذات کسی کے ہاتھوں میں پہنچیں۔ اور میرا راز فاش ہوجائے۔ ... آہ! مجھے پاؤں کی چاپ سنائی دیتی ہے۔ کوئی آرہا ہے ... لازم ہے میں ان کاغذات کو چھپا دوں ...

باب ۱۸۹ پاگل خانہ کے نظارے

یہاں پر اس عجیب اور حیرت خیز مسودہ کا خاتمہ ہوگیا جو لارڈ ولیم ٹریویلین کو پاگل خانہ کی ایک الماری میں پڑا ہوا ملا تھا۔ اور جس کے پڑھنے میں اس کے قریبًا دو گھنٹے صرف ہوئے۔

پڑھ چکنے کے بعد اب وہ اس کشمکش و پیچ میں ہوا کہ میں ان کاغذات کو کیا کروں؟

وہیں چھپادوں جہاں وہ پیشتر موجود تھے یا تلف کردوں ؟ یہ خیال بھی آیا انہیں اپنے ساتھ رکھ لوں اور اگر کبھی تلاش سے وہ شخص مل جائے جس نے یہ سرگزشت لکھی تھی ۔ تو یہ کاغذات اسی کے حوالہ کرکے اس بارہ میں اس کا اطمینان کرادوں کہ وہ ایک عزت دار آدمی کے ہاتھ میں رہے جس نے گو ان کا مضمون رفع استعجاب کے لئے پڑھ لیا ۔ تاہم وہ اس راز کو جو اس کے اندر موجود تھا ہمیشہ اپنے سینہ میں محفوظ رکھیگا ۔

مسودہ کی ناکمل صورت سے لارڈ ولیم نے یہی اندازہ کیا کہ بدنصیب مصنف آخری بیان کو قلمبند کرنے کے بعد حال میں ہی کسی طرح اس پاگل خانہ سے فرار ہوگیا ۔ پس اس نے سوچا کہ رقم مسٹر میکڈانلڈ سے جلد یا بدیر ملاقات ہونا گو اغلب نہیں ۔ تاہم ممکن ضرور سمجھا جاسکتا ہے اس کے علاوہ ان کاغذات کو اپنے پاس رکھنے کی ایک وجہ اور بھی تھی ۔

ناظرین کو اب تک لارڈ ولیم ٹریویلین کے خصائل سے جس قدر واقفیت ہوئی ہے ۔ اس کی بنا پر وہ جانتے ہیں کہ وہ اتنا ہی فیاض اور نیک نہاد امیر تھا ۔ جتنا اول آف ایلنگہم ۔ بنی نوع انسان کی بہتری کا خیال اسے بھی ارل کی طرح ہر وقت رہتا تھا ۔ پس اس نے سوچا کہ مناسب وقت پر میں اس دستاویز کے واقعات کی بنا پر عطائی طبیبوں کے اس تباہی بخش طریق علاج کے انسداد کی تدابیر اختیار کرسکوں گا ۔ جس کی بدولت بہت لوگ خلق خدا کو دھوکا دے رہے ہیں ۔

اسے معلوم تھا کہ اخبارات میں اس قسم کے بہت سے اشتہارات دیکھے جاتے ہیں ۔ جیسا وہ جس کی بدولت بدنصیب مسٹر میکڈانلڈ کو مصیبتوں کا سامنا ہوا ۔ پس اس نے فیصلہ کیا کہ میں اپنے وکیل کی معرفت ان رذیل اشخاص کی قابلیت ۔ چلن اور آمدنی کی نسبت تحقیقات کراؤنگا جو دھوکہ ۔ مکروفریب اور نہایت شرمناک ریاکاری سے لوگوں کو برباد کرتے ہیں ۔

یہ مسودہ جو اتفاقی طور پر اس کے ہاتھ آیا ۔ اپنے اندر عطائی طریق علاج کی نسبت ایسی مفصل اور سبق آموز واقفیت رکھتا تھا کہ لارڈ ولیم نے محسوس کیا مجھے اس سے اپنے کام میں معقول امداد مل سکے گی ۔ پس سارے حالات پر غور کرکے اس نے آخری فیصلہ یہی کیا کہ اسے اپنے پاس رکھنا چاہیے ۔

اب رات کا ایک بج چکا تھا اور پاگل خانہ میں ہر طرف خاموشی تھی ۔

لارڈ ولیم نے اپنے کمرہ کا دروازہ بڑی آہستگی سے کھولا ۔ اور اس لمبے برآمدہ میں چاروں

طرف نظر ڈالی جس میں ایک لیمپ کی بدولت جو آویزاں تھا ، جزوی روشنی تھی۔
کوئی متنفس نظر نہ آتا تھا۔ آدھی رات کا وقت اور پاگل خانہ کا مقام۔ وہ فوراً کمل خاموشی میں کوئی آواز حائل نہ تھی۔
مگر کام شروع کرنے سے پہلے اُسے خیال آیا کیا عجب کمرہ نمبر ۱۲ کا دروازہ جو اسی قطار میں واقع تھا جس میں اس کا اپنا کمرہ تھا مقفل ہو۔ بہرصورت اس نے قسمت آزمائی لازم سمجھی۔ اور دل میں یہ بات طے کرلی۔ کہ اگر ضروری ہوا تو اس کا قفل توڑ ڈالوں گا۔
وہ اسی فکر میں تھا کہ خیال آیا۔ بڑی خادمہ کے ہاتھ میں۔ جب وہ ڈاکٹر سونٹن کے بلانے پر آئی۔ ایک ہی کنجی تھی۔ کیا عجب وہی ہر ایک قفل میں کام دیتی ہو۔ اس حساب سے میرے قفل کی کنجی جو کھلا ہوا ہے۔ کمرہ نمبر ۱۲ کے قفل میں بآسانی لگ سکے گی۔
خیر قفل توڑنے سے پہلے اس طریق کی آزمائش ضروری تھی۔ پس وہ اپنے کمرہ سے نکلکر بڑی احتیاط سے قدم اُٹھاتا اس کوٹھری کے دروازہ تک پہنچا جس کے اندر اس کے خیال کے مطابق اس کا دوست محبوس تھا۔
دروازہ باہر سے مقفل تھا۔ ٹریویلین نے وہی کنجی جو وہ اپنے کمرہ کے قفل سے نکال کر ساتھ لے گیا تھا اس قفل میں داخل کی۔ اور آپ اس کی خوشی کا اندازہ کر سکتے ہیں جب اس نے دیکھا کہ وہ بڑی آسانی سے۔ اس میں لگ گئی۔ دروازہ کھول کر دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ وہ کمرہ کے اندر داخل ہوا۔ اور پھر دروازہ بند کر لیا۔
کمرہ میں ہر طرف تاریکی تھی۔ ٹریویلین رک رک کر راستہ ٹٹولتا۔ کھڑکی کے پاس پہنچا۔ اور اندر کی طرف جو پردہ لٹک رہا تھا۔ اسے ایکطرف کو ہٹا دیا۔ جس سے چاندکی روپہلی روشنی کمرہ کے اندر داخل ہونے لگی۔
اس روشنی میں وہ اس طرف کو بڑھا جہاں چارپائی بچھی ہوئی تھی بے شک وہاں بستر پر اس کا جگری دوست سرگلبرٹ ہیتھ کوٹ محو خواب تھا۔ چہرہ اترا ہوا اور زرد تھا۔ مگر ہے شناخت میں ذرا بھی دشواری نہیں ہوئی۔
لارڈ ولیم نے اُسے بڑی آہستگی سے ہلایا۔ اور سیرونٹ چونک کر بیدار ہوگیا۔ اس کے منہ سے کلمہ استعجاب نکلا۔ مگر ٹریویلین نے فوراً بڑی ملایمت سے کہا۔ "دوست گھبراؤ نہیں میں ٹریویلین ہوں اور تمہیں اس قابل نفرت مقام سے رہا کرنے آیا ہوں۔"

سر گلبرٹ جس نے پہلے تکیہ سے سر اُٹھا لیا تھا۔ پھر پیچھے کی طرف لیٹ گیا۔ اور چند منٹ کے لئے آنکھیں بند کر لیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا وہ ڈرتا ہے کہیں یہ سب کچھ محض خواب نہ ہو یقین نہیں آتا تھا کہ یہ الفاظ جو میں نے سنے صحیح ہو سکتے ہیں۔ یا یہ شخص جو چارپائی کے قریب کھڑا ہے میرا دوست لارڈ ولیم ٹریولین ہے۔

جب تک سر گلبرٹ نے آنکھیں بند رکھیں ٹریولین خاموش رہا۔ اس نے اس کے خیالات کو منقطع کرنا مناسب نہ سمجھا۔ ضروری تھا کہ اسے اپنے منتشر خیالات کو مجتمع کرنے کا موقعہ دیا جائے۔

یکایک دوبارہ چارپائی سے اُٹھ کر۔ ٹریولین کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے اور اس کے چہرہ کی طرف نظر غور سے دیکھ کر سر گلبرٹ ہیتھ کوٹ نے کہا "میرے دوست کیا سچ مچ تم ہو؟"

لارڈ ولیم بیرونٹ کے ہاتھ کو انداز محبت سے دبا کر بولا "سر گلبرٹ جو کچھ تم دیکھ رہے ہو خواب نہیں ہے۔ میں تمہیں اس حراست سے نجات دینے کے لئے آیا ہوں۔ اور ہمارا وقت نہایت قیمتی ہے۔"

اس کے باوجود بیرونٹ کو یقین نہیں آتا تھا۔ کہ یہ سب کچھ حقیقت ہو سکتا ہے ٹریولین نے جو سمجھتا تھا کہ اپنے دوست کو یہاں سے بچا کر لے جانے کے واسطے اس کے ذہن میں سکون قایم کرنا ضروری ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی ڈرتا تھا کہیں ان عظیم صدمات کی وجہ سے جو اس نے برداشت کئے ہیں اس کے دماغ میں سچ مچ فتور نہ پیدا ہو گیا ہو۔ اس نے اس قسم کی باتیں کرنی شروع کیں جو اس کے لئے موجب تسکین اور اس کے خیالات کو اطمینان کی راہ پر لانے والی تھیں۔

"پیارے ہیتھ کوٹ" اس نے کہنا شروع کیا "اس وقت امن و سکون قایم کرنے کی کوشش کرو۔ کیونکہ اگر تم سے کوئی خفیف سی بے جا حرکت بھی ہوئی۔ تو عجب نہیں سب لوگ بیدار ہو جائیں اور ہماری ساری تجاویز خاک میں مل جائیں۔ یاد رکھو مکان میں ڈاکٹر کے آدمی کافی موجود ہیں اور رات کے وقت یہاں کسی جیل خانہ کے برابر پہرہ کا انتظام ہوتا ہے۔ پس ضروری ہے کہ ہم ہر کام میں احتیاط۔ دلیری اور سکون قائم رکھیں"

"مگر میں حیران ہوں تم یہاں کیونکر آئے؟" سر گلبرٹ نے نسبتاً زیادہ سکون پذیر ہو کر کہا۔

اپنے آپ کو دیوانہ ظاہر کر کے۔" ٹریولین نے جواب دیا "میں نے ڈاکٹر کو خوب ہی الّو بنایا۔"

"میرے فیاض۔ نیکدل دوست میں کیونکر تمہارے بار احسان سے سبکدوش ہو سکتا ہوں؟ ..." بیرونٹ نے کہا۔

"خاموش!" ٹریولین نے کہا۔ "یہ وقت جوش سے بولنے کا نہیں۔ میں تمہارے لئے وہی کر رہا ہوں جو اگر ضرورت ہوتی تو تم بھی میرے لئے کرتے۔ چونکہ میں چاہتا ہوں جہاں تک ممکن ہے تمہارے دل کو ہر قسم کی فکر و تشویش سے نجات دوں۔ اس لئے میں بتاتا ہوں کہ مسز سیفٹن بعافیت ہیں۔ انہیں اس تجویز کا جو تمہاری رہائی کے لئے سوچی گئی تھی پورے طور سے علم ہے اور وہ بڑے شوق سے تمہارے دید کی منتظر ہیں۔"

سر گلبرٹ کہنے لگا "پیارے دوست۔ اس اطمینان کے لئے میں تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں۔" پھر چند منٹ کے وقفہ کے بعد وہ کہنے لگا "میرے لئے یہ دریافت کرنا غیر ضروری ہوگا۔ کہ مسز سیفٹن سے تمہاری کن حالات میں ملاقات ہوئی۔ وہ اس دوستی سے جو میرے اور تمہارے درمیان قایم ہے۔ بے خبر نہ تھی۔ میرے خیال میں وہ میری فوری اور ناقابل فہم گم شدگی سے پریشان ہو کر تمہارے پاس مشورہ اور امداد کے لئے گئی ہوگی..."

"بالکل ٹھیک" ٹریولین نے جواب دیا۔ "مگر کیا اب تم اس قابل ہو کہ ...؟"

"کہ یہاں سے تمہارے ساتھ چلدوں؟" سر گلبرٹ نے چارپائی سے اٹھتے ہوئے پوچھا "میرے دوست اب ہمیں ایک لمحہ بھی ضایع نہ کرنا چاہیئے۔ یہاں کے اثرات سے میرا دل بیٹھا جاتا ہے۔ پھر ایک بار آزادی کی ہوا کے لئے طبیعت بے قرار ہے۔"

چارپائی سے اٹھ کر اس نے جلد جلد کپڑے پہننے شروع کر دیئے اور چند منٹ کے عرصہ میں وہ لارڈ ولیم کے ساتھ چلنے کو تیار ہو گیا۔

ٹریولین بولا۔ "اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ فرار کی کیا صورت پیدا کی جائے؟ کچھ شک نہیں کہ ہال میں پہرہ دار رات بھر بیٹھا رہتا ہے۔"

"ہاں۔" سر گلبرٹ نے جواب دیا "اور اس کے علاوہ ایک اور آدمی باغ کی گشت لگاتا ہے۔ یہاں کے باقی ملازم بھی دوزخ کے فرشتوں سے کم بیدار اور محتاط نہیں۔ ذرا سا شور بھی ہوا تو دس بارہ تنومند مضبوط آدمی مقابلہ کے لئے تیار ہو جائیں گے۔ میری اپنی یہ حالت ہے

کہ ان کا مقابلہ کرتے ہوئے نکل جانے کی کوشش کے لئے ہر طرح آمادہ ہوں ۔ ۔ ۔"

"لیکن اگر ہم شکست یاب ہوئے تو پھر کیا ہوگا؟" ٹریویلین نے قطع کلام کر کے کہا۔ "ڈاکٹر کو اس ذریعہ سے ہم دونو پر سختی کرنے کا موقعہ مل جائے گا۔ اور گو میں اپنی مرضی سے یہاں پر زیر حراست ہوں، تاہم میں نے اس بات کا پختہ عہد کر رکھا ہے کہ تمہیں ساتھ لئے بغیر ہرگز یہاں سے نہیں جاؤں گا۔"

"میرے فیاض دوست!" سر گلبرٹ نے کہا۔ "اگر ہمارے پاس کافی ہتھیار ہوتے تو ہم ڈاکٹر اور اس کے سب پہرہ داروں کا بآسانی مقابلہ کر سکتے تھے۔ مگر ہم بے بس۔ بے مددا اور نہتے ہیں۔ ۔"

"ہیتھ کوٹ تم مایوس نہ ہو" ٹریویلین اپنے دوست کو افسردگی کا لہجہ اختیار کرتے دیکھ کر کہنے لگا۔ "میں نے اگر اس کام کا بیڑا اٹھایا ہے تو اسے برسر تکمیل پہنچا کے چھوڑوں گا۔ میری رائے میں ہمارے لئے دو طریق کار ہیں۔ پہلی صورت یہ ہے کہ چپ چاپ اتر کر ہال میں پہنچیں اور پہرہ دار کو مغلوب کر کے صدر دروازہ کی راہ سے فرار ہوں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اس کمرہ کی کھڑکی کی سلاخیں توڑ کر بستر کے کپڑوں سے رسیوں کا کام لیں اور باغ میں اتر کر فرار کی صورت پیدا کریں۔ دونوں صورتوں میں شور وغل پیدا ہونے کا احتمال ہے۔ تمہیں یہاں رہتے عرصہ گذر گیا ہے اور تم اس مکان کے مختلف حصوں اور یہاں کے آدمیوں کے طریق و اطوار سے اچھی طرح واقف ہو اس بات کا فیصلہ تم پر ہے کہ ہمیں کونسی صورت اختیار کرنی چاہیئے۔"

سر گلبرٹ تھوڑی دیر گہری فکر میں رہا۔ پھر کہنے لگا۔ "پہلی۔ کیونکہ اگر ہم نے کھڑکی کی راہ سے اترنے کی کوشش کی۔ تو عجب نہیں وہ پہرہ دار جو باغ میں پھرتا ہے ہمیں سلاخیں توڑتے دیکھ کر ہی شور وغل پیدا کر دے۔ دوسری صورت کے متعلق مجھے اچھی طرح معلوم ہے۔ دربان ڈیوڑھی میں پہرہ نہیں دیتا۔ بلکہ سو رہتا ہے۔ کیونکہ جس رات مجھے یہاں پہنچایا گیا۔ تو میں نے وہاں اس کی چارپائی بچھی ہوئی دیکھی تھی۔ پس اس طرف سے کوشش کرنے میں کامیابی کی زیادہ امید ہے۔"

"یہی خیال میرا بھی ہے۔" ٹریویلین نے جواب دیا۔ "آؤ چلیں۔ میں آگے چلتا ہوں۔"

نوجوان امیر اور بیرونٹ بڑی احتیاط کے ساتھ دبے پاؤں چلتے کمرہ سے باہر نکلے۔ وہ اس قدر آہستگی سے قدم اٹھاتے تھے کہ اس عظیم خاموشی میں جو مکان میں ہر طرف پھیلی ہوئی تھی ذرا سا خلل بھی پیدا نہیں ہوا۔

پہلی منزل پر اُترنے تک کوئی خاص واقعہ ظہور میں نہیں آیا۔ زینہ سے اُتر کر وہ چند منٹ کان لگا کر سنتے رہے۔ نیچے ڈیوڑھی میں دربان کے سانس لینے کی آواز سے انہوں نے یہی اندازہ کیا کہ وہ سو رہا ہے۔

ایک دوسرے کی طرف اطمینان کی نظر سے دیکھ کر انہوں نے نچلی منزل تک پہنچنے کے لئے پھر زینہ سے اترنا شروع کیا۔ ہال کے لیمپ کی روشنی میں انہوں نے دیکھا کہ دربان بڑے اطمینان سے ایک کونے میں سو رہا ہے۔ اس نے سر پر شب خوابی کی سوتی ٹوپی پہنی ہوئی تھی۔ لیمپ کی روشنی میں بستر پر لیٹے ہوئے اس کے چہرہ کی رنگت سرخ نظر آتی تھی۔ مگر ایک بازو جو لحاف سے باہر نکلا ہوا تھا۔ ظاہر کرتا تھا۔ کہ وہ نہایت مضبوط۔ طاقت ور اور قوی ہیکل جوان ہے۔

اس کے باوجود خوف زدہ نہ ہو کر اور فرار کے لئے زور سے جدوجہد کرنے کی نیت سے لارڈ ولیم ٹریویلین نے ہال میں قدم رکھا۔ اس نے دیکھا کنجیوں کا گچھا دربان کے سرہانے پڑا ہوا ہے اور وہ اسے اٹھانے کے لئے ہاتھ بڑھانے کو تھا کہ عین اس وقت کھانا کھانے کے کمرہ کا دروازہ کھلا اور مسٹر شیپ شینکس لڑکھڑاتا ہوا باہر نکلا۔

پادری کے ہاتھ میں شمع تھی اور اس کے سرخ چہرہ۔ وحشت آمیز نگاہ اور لڑکھڑاتی چال سے معلوم ہوتا تھا۔ وہ اس وقت نشہ کی حالت میں ہے۔ اور اس بارہ میں کسی قسم کی پردہ داری نہ کرتے ہوئے ہم صاف کہے دیتے ہیں کہ کھانا ختم ہوتے کے بعد "محترم پادری صاحب" تفریح کے لئے تنہا وہیں بیٹھے رہے اور اس تفریح کی خاطر انہوں نے اسقدر پی کہ اس وقت رات کے ۲ بجے وہ نشہ میں غین ہو رہے تھے۔

مخمور پادری کو کمرہ سے نکلتے دیکھ کر لارڈ ولیم اس کی طرف لپکا۔ اپنا ہاتھ بڑے زور سے اس کے منہ پر رکھ دیا اور اسے کھانا کھانے کے کمرہ میں ہی دھکیلتے ہوئے آہستگی سے زوردار اور دھمکی آمیز لہجہ میں کہنے لگا "خبردار۔ اگر تم نے یہاں سے ہلنے کی کوشش کی تو جان سے مار دیئے جاؤگے۔"

اور متحیر پادری کو کمرہ میں داخل کر کے اس نے دروازہ کو باہر سے بند اور مقفل کر دیا۔

مگر اس مختصر جدوجہد میں بھی ایک ایسا واقعہ پیش آیا۔ جس نے نہایت ناگوار اثرات پیدا کر دیئے۔

شمع دان جو پادری شیپ شینکس کے ہاتھ میں تھا۔ ہال کے سنگ مرمری فرش پر گرا اور

اس کی آواز سے دربان چونک کر اٹھ کھڑا ہوا۔

سرگلبرٹ ہیتھ کوٹ اس شخص کی طرف بڑھا مگر وہ اس سے پہلے ہی اٹھ کر مدد کے لئے شور و غل مچانے لگا تھا۔

لارڈ ولیم ٹریویلین نے تامل کو بالائے طاق رکھ کر عملی کام شروع کیا۔ دربان کی چارپائی سے کنجیاں اٹھا اور سرگلبرٹ ہیتھ کوٹ کو دربان کے ساتھ جدوجہد کرتا چھوڑ کر وہ دروازہ کی طرف لپکا۔

ناظرین کو یاد ہوگا کہ ہال میں دو دروازے تھے یعنی ایک سے گذر کر پھر دوسرے میں سے گذرنا پڑتا تھا۔ نوجوان امیر نے ان میں سے پہلے کو ہی کھولا تھا کہ معلوم ہوا دربان نے سرگلبرٹ کو مغلوب کر کے فرش زمین پر گرا لیا ہے اور اس کی چھاتی پر زانو رکھے بیٹھا ہے

ٹریویلین نے سوچا تھا کہ دروازے کھولنے تک بیرونٹ دربان کو روکے رکھیگا مگر اس ہنگامہ نے جلدی ہی چار اور پہرہ داروں کو بیدار کر دیا اور وہ سب دربان کی مدد کے لئے موقعہ پر آ گئے۔

جس طرح شیر تیزی اور تندی سے اپنے شکار پر حملہ کرتا ہے۔ اسی طرح لارڈ ولیم نے دربان پر جست کر کے اسے فرش زمین پر گرا دیا۔ اور بیرونٹ کو فرش زمین سے اٹھایا۔

یہ سب ایک لمحہ کا کام تہا۔ مگر اس کے بعد آن واحد میں باقی چاروں پہرہ دار دونو دوستوں پر ٹوٹ پڑے اور ان سے لپٹ گئے۔

بیرونٹ دوبارہ مغلوب ہوگیا۔ مگر ٹریویلین نے حالت کی اہمیت کو پیش نظر رکھ کر کنجیوں کے بھاری گچھے سے ان دو پہرہ داروں پر جو اس پر حملہ آور ہوئے تھے اس زور کے وار کیئے کہ ایک تو وہیں بیہوش ہو کر گر گیا اور دوسرا جس کا چہرہ خون آلود ہو رہا تھا۔ ایک طرف کو بھاگ نکلا۔

اب نوجوان امیر نے ان دو آدمیوں کی طرف توجہ دی جو سرگلبرٹ ہیتھ کوٹ کو گھسیٹ کر اندر کی طرف۔ لئے جا رہے تھے۔ اور چند ہی منٹ کے عرصہ میں وہ پھر اپنے دوست کو حملہ آوروں کی گرفت سے بچانے میں کامیاب ہوگیا۔

سرگلبرٹ کو باہر کی طرف دھکیلتے ہوئے ٹریویلین نے کسی قدر زور سے کہا "تم یہ کنجیاں لیکر باہر کا دروازہ کھولدو اور خدا کے لئے بھاگو۔ میری فکر نہ کرو۔ میں جس طرح ہوگا بھگت لوں گا"

کنجیاں اپنے دوست کے ہاتھ میں دیکر لارڈ ولیم نے ڈاکٹر کا سنہری موٹھ والا بید جو ایک کھونٹی سے لٹک رہا تھا۔ پکڑ لیا اور صدر دروازہ کے قریب کھڑا ہو کر اس بید کو ہلا کر کہنے لگا۔ "اب جس کی ہمت ہو آئے۔ مگر اپنی جان سے ہاتھ دھو کر"

ان الفاظ کے باوجود وہ دو پہرہ دار جن سے اس نے بیرونٹ کو چھڑایا تھا۔ دربان سمیت اس پر پھر حملہ آور ہوئے۔

لارڈ ولیم نے اس شخص کو جو سب سے آگے تھا بید کے وار سے گرا دیا۔ اور اس کے بعد دوسرے کو بھی مغلوب کیا چاہتا تھا کہ قد آور دربان نے اسے مضبوطی سے پکڑ لیا۔ اس نے بید کو بیکار سمجھ کر گرا دیا اور اب دونوں میں بڑے زور کی کشتی ہونے لگی۔

نظارہ واقعی نہایت پرجوش تھا۔ اور گو ہمیں یہ سارے واقعات قلمبند کرنے میں کافی وقت لگا ہے۔ تاہم یہ سب کچھ دو منٹ کے عرصہ میں ظہور میں آیا۔

نوجوان اور دلیر امیر اور شہزور دربان کی کشتی ابھی ہو رہی تھی۔ کہ ڈاکٹر شبخوابی کے لباس میں سلیپر پہنے۔ سوتی ٹوپی سر پہ رکھے شمع ہاتھ میں لیکر وہاں پہنچ گیا۔

اتنے میں سر گلبرٹ ہیتھ کوٹ صدر دروازہ کھولنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ اور کھلے دروازہ کی راہ سے رات کی سرد اور مرطوب ہوا بڑی تیزی کے ساتھ ہال میں داخل ہونے لگی تھی۔ یہ ہوا گو لارڈ ولیم کے لئے اس جدوجہد میں فرحت بخش ثابت ہوئی۔ تاہم دربان کے دانت سے دانت بجنے لگے۔ کیونکہ اس کے گلے میں فقط ایک قمیص تھی۔ جدوجہد میں اس کی ٹوپی بھی فرش زمین پر گر پڑی تھی۔

مغلوب پہرہ داروں میں سے وہ ڈاکٹر کی موجودگی سے حوصلہ پاکر یا شاید اپنی شکست پر نادم ہو کر ٹریویلین پر جو پھر ایک بار دربان کو فرش زمین پر گرایا چاہتا تھا حملہ کرنے کو بڑھے۔ اتنے میں سر گلبرٹ بھی دروازہ کھول کر اپنے دوست کی مدد کے لئے لوٹ آیا۔ اور فریقین میں پھر ایک بار بڑی سرگرمی سے مقابلہ ہونے لگا۔ باقی دو پہرہ دار بھی ہمت کر کے پھر واپس آگئے تھے۔ اس لئے اب حالت یہ تھی کہ ایک طرف ٹریویلین اور سر گلبرٹ دو تھے۔ اور دوسری طرف ایک دربان اور ہم پہرہ دار کل پانچ آدمی۔ کیونکہ ڈاکٹر عملی طور پر اس جدوجہد سے الگ کھڑا تھا۔

اور اس مقابلہ میں یقیناً ہار ٹریویلین اور اس کے دوست ہی کی ہوتی۔ مگر ایک عجیب حسن اتفاق سے دو آدمی عین وقت پر باہر سے ان کی مدد کے لئے پہنچ گئے۔

قدیم آئرلینڈ کی سیر کرتے ہوئے آئیں۔ تو میں آپ سے بڑی خوشی سے ملوں گا۔"
"کپتان اوبلنڈربس میں آپ سے ہاتھ ملاکر بہت خوش ہوں۔" نوجوان امیر نے جواب دیا۔
"آپ نے مجھ پر اور میرے دوست پر ایک ایسا احسان عظیم کیا ہے۔ جسے ہم بآسانی فراموش نہیں کرسکتے۔"
"اور جسے ہم کبھی فراموش نہیں کریں گے۔" بیرونٹ نے باصرار کہا اور اس کے بعد گاڑی کے اندر چاروں نے ایک دوسرے سے بڑے تپاک سے ہاتھ ملائے۔
اب لارڈ ولیم نے اپنے نئے دوستوں کو اپنی اور سر گلبرٹ ہیتھ کوٹ کی شخصیت سے آگاہ کیا۔ اور ناظرین کپتان اوبلنڈربس اور مسٹر فرنیک کرٹس کی اس وقت کی خوشی اور استعجاب کا بآسانی اندازہ کرسکتے ہیں۔ جب انہوں نے اپنے آپ کو ایک حقیقی لارڈ اور ایک حقیقی بیرونٹ کی صحبت میں پایا۔
"اب مائی لار... رڈ۔" آئرش کپتان نے کہا۔ "مہربانی سے یہ بتایئے وہ کونسا مقام تھا جہاں یہ سارا فضیحتا ہوا۔ اور یہ بھی کہ اس دھینگا مشتی کا مطلب کیا تھا۔ کیونکہ مقدس دسپنے کی قسم! اور میں اب تک اس کا سر پیر معلوم نہیں کرسکا۔"
لارڈ ولیم ٹریولین نے جواب دیا۔ "وہ مقام ایک پاگل خانہ تھا۔"
"پاگل خانہ!" مسٹر فرنیک کرٹس نے اس انداز سے چلّا کر کہا۔ گویا اسے گاڑی کی تہ میں بیٹھے ہوئے کسی سانپ نے کاٹا ہو۔ اور اس کے ساتھ ہی اس کا سارا بدن سرد پسینہ سے تر ہوگیا۔ کیونکہ اس کے دل میں اندیشہ پیدا ہوا۔ ہم نے دو دیوانے آدمیوں کو فرار ہونے میں مدد دی ہے۔ اور اب معلوم نہیں یہ ہم سے کیا سلوک کریں گے۔
"پاگل خانہ!" کپتان نے بھی اسی خیال کے زیر اثر کہا۔ گو اس کے دل میں وہ اندیشہ پیدا نہیں ہوا جو اس کے دوست کے اندر ہوا تھا۔
"ہاں پاگل خانہ۔" ٹریولین نے کہا جو اس اثر سے بالکل بے خبر تھا۔ جو اس لفظ نے ان دونوں کے دل پر کیا۔ کیونکہ گاڑی کے اندر تاریکی تھی۔ اور وہ ان کے چہرے کے آثار کو دیکھ نہیں سکتا تھا۔
"خدا قسم۔ آپ... کا... مط... مطلب... یہ تو نہیں ہے..." کرٹس نے سخت اضطراب کی حالت میں رکتے رکتے کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے اس خیال سے گاڑی

ی کھڑکی کھولنے کے لئے ہاتھ بڑھایا کہ جس قدر جلد ممکن ہو یہاں سے بھاگ چلوں - کیونکہ اس کے دل میں اب یقین ہو چکا تھا - کہ یہ دونو پاگل ہیں - جو کسی طرح اس پاگل خانہ سے فرار ہو آئے ہیں "- آپ . . . آپ . . ."

"فرنیک یہ کیا بک بک لگا رکھی ہے " کپتان نے چلا کر کہا - کیونکہ وہ اپنے دوست کے خصائل سے اچھی طرح واقف ہونے کے باعث جان چکا تھا - اس کے دل میں کیا گذر رہی ہے اور خود اس کا سچنتہ ارادہ یہ تھا - کہ یہ دونو خواہ پاگل ہوں یا نہ ہوں - بہر حال میں اس وقت تک ان کا ساتھ نہ چھوڑوں گا جتے کہ اس بارہ میں اطمینان نہ ہو جائے کہ ان سے کوئی پر نقدی یا دولت کی صورت میں دستیاب ہو سکتی ہے یا نہیں "چپ رہو اور جو کچھ مائی لارڈ کہنا چاہتے ہیں - کہنے دو"

"صاحبان میں آپ سے فقط یہ کہہ رہا تھا " ٹریولین نے جوان دونو آدمیوں کے روبرو جنہوں نے اسے نہایت بامو قعہ امداد دی تھی - سارے معاملہ کی توضیح ضروری سمجھتا تھا - جواب دیا " وہ مکان جس سے فرار ہونے میں آپ نے ہمیں مدد دی - ایک پاگل خانہ ہے اور جن آدمیوں کے ساتھ ہمارا مقابلہ تھا - وہ اس جگہ کے دربان اور پہرہ دار ہیں "

"اور . . . اور . . . پا . . . پاگل کون ہیں ؟" فرنیک کرٹس نے بدستور رک رک کر پوچھا اس وقت شراب کا سارا نشہ دلی خوف کی وجہ سے مٹ چکا تھا - اور اس کا بدن پسینہ پسینہ ہو رہا تھا -

"یسوع کی قسم ! اور میں نہیں چاہتا کوئی اس قسم کے سوالات میرے جگری دوست ہز لارڈ . . . رڈ شپ سے پوچھے " کپتان او بلنڈل نے کہا - اور اس کے ساتھ اس نے فرنیک کی پسلی میں اس بے رحمی سے اپنا ہاتھ گھونپ دیا - کہ وہ غریب بہت دیر تک پیچ و تاب کھاتا رہا " فرمائیے جناب . . . مائی لار . . . رڈ فرمائیے " اس نے لارڈ ولیم کی طرف متوجہ ہو کر کہا - گو یہ بات قابل ذکر ہے کہ اس ظاہری اخلاق کے باوجود جس سے وہ امیر موصوف اور بیرونٹ کے روبرو کام لے رہا تھا - وہ اب تک یہی سمجھتا تھا کہ دونو حقیقت میں دیوانے ہیں - نہ ان میں کوئی لارڈ ہے اور نہ بیرونٹ -

ٹریولین کو جوان خیالات سے بالکل بے خبر تھا - ان کے انداز گفتگو سے سخت تعجب ہوا - مگر وہ کہنے لگا " آپ کے دوست نے مجھ سے پوچھا ہے - پاگل کون تھے -

اصل بات یہ ہے کہ وہ لوگ ہمیں کو پاگل سمجھتے تھے۔ اگرچہ آپ بآسانی اندازہ کرسکتے ہیں۔ کہ ان کا یہ خیال کس قدر غلط تھا۔"

آہ۔ خدا۔۔۔ اے خدا۔۔۔" فرینک کرٹس نے جسکے دل میں اب ان کے پاگل ہونے میں کچھ بھی شک نہیں رہا تھا کراہتے ہوئے کہا۔ اور ایک بار پھر اپنا ہاتھ کھڑکی کھولنے کے لئے بڑھایا۔ کیونکہ کپتان کا گھونسہ کھا کر اس نے اپنا بازو اندر کی طرف کھینچ لیا تھا۔

"کیوں صاحب آپ کا مزاج علیل ہے کیا؟" سر گلبرٹ ہیتھ کوٹ نے فکر کے لہجہ میں پوچھا کیونکہ وہ کرٹس کے سامنے والی نشست پر بیٹھا تھا اور اس لئے اس کے منہ سے یہ کلمات سُن چکا تھا۔

"ہاں۔۔۔ بہت"۔ فرینک نے بدستور کراہتے ہوئے کہا۔

"چُپ کیوں نہیں رہتے"۔ کپتان نے اس کے کان کے قریب منہ لے جاکر جھلا کے کہا اور اس کے ساتھ ہی تاریکی میں اس کی پسلی میں ایک اور گھونسہ رسید کیا۔ "نہیں کچھ بات نہیں۔ مائی لارڈ۔۔۔ رڈ اور سر گلبرٹ۔ میرا دوست بھلا چنگا ہے۔" اس نے پھر اپنی آواز بلند کرکے کہا۔ "اس کی عادت ہے کہ چند قطرے پوٹین کے زیادہ پی لے تو ہچکی آنے لگتی ہے یا شاید اسے گاڑی کے ہچکولوں سے تکلیف ہے جس کے لئے خدا اس کا ستیاناس کرے۔ ہاں مائی لارڈ۔۔۔ رڈ۔ آپ ذکر کر رہے تھے۔ کہ اس پاگل خانہ میں وہ لوگ آپ کو اور سر گلبرٹ کو پاگل سمجھتے تھے۔۔۔"

"جی ہاں"۔ ٹریویلین نے جواب دیا۔ "اور اگر اس معاملہ کا میرے دوست ہیتھ کوٹ پر یہ ناگوار اثر نہ ہوتا۔ تو یقیناً میں اس واقعہ کے پرلطف انجام پر بڑے زور سے ہنستا اصل بات یہ ہے کہ اسے کچھ عرصہ پیشتر دھوکہ بازی سے ورغلا کر پاگل خانہ میں پہنچا دیا گیا تھا حالانکہ یہ بیان کرنا غیر ضروری ہے کہ اس میں دیوانگی کی خفیف ترین علامت بھی موجود نہ تھی۔"

"مقدس واسپینے کی قسم! اور جو شخص ذرا بھی سمجھ رکھتا ہو وہ بآسانی یہی بات معلوم کرسکتا ہے"۔ کپتان اوبلنڈر بس نے کہا۔

"آخر اپنے دوست کو پاگل خانہ سے چھڑانے کی خاطر میں نے دو ڈاکٹروں کو جو بعض معاملات میں میرے ممنون احسان تھے۔ اپنی امداد پر آمادہ کیا"۔ ٹریویلین نے سلسلہ کلام جاری رکھتے

ہوئے کہا "اور ان سے خود اپنی دیوانگی کی سند پر دستخط کرائے . . . "
"اے خدا . . . اے خدا . . . " کرٹس نے پہلے سے بھی زیادہ زور سے کراہتے ہوئے کہا۔ کیونکہ اب تک ٹریویلین کی دیوانگی میں اسے کچھ شک تھا تو وہ اس کے اس بیان سے بالکل ہی رفع ہوگیا۔
"تم پر رہ رہ کر شیطان کیوں سوار ہوتا ہے۔" کپتان اوبلنڈربس نے غرا کر کہا۔ مائی لارڈ . . . فرمایئے میں آپ کی داستان کو پوری توجہ سے سن رہا ہوں۔"
"دیوانگی کی سند حاصل کر کے" ٹریویلین نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا "میں نے اپنے نوکر کو ہمراز بنایا۔ اور وہ مجھے ڈاکٹر سونٹن کے سپرد کر آیا۔ یعنی اس عمر رسیدہ شخص کے جسے آپ نے زینہ کے قریب شبخوابی کے لباس میں کھڑے دیکھا۔"
"عمر رسیدہ پاجی . . . حرامزادہ" کپتان نے سرسری طور پر کہا۔
لارڈ ولیم کہنے لگا "اصل بات یہ ہے کہ سر گلبرٹ کے دشمنوں نے چونکہ ان پر چالاکی سے وار کیا تھا۔ اس لئے ہمارا فرض ہوا کہ چالاکی کا جواب چالاکی سے دیں۔ پس میں نے یہ تجویز سوچی اور اپنے آپ کو اس خوش اسلوبی سے دیوانہ ظاہر کیا۔ کہ ڈاکٹر کو دھوکہ ہوگیا۔"
"طاقتوں کی قسم! اور آپ نے یہ کام خوب کیا۔" اوبلنڈربس نے کہا۔ "ہر شخص پاگل خانہ کے ڈاکٹروں کو دھوکہ نہیں دے سکتا۔"
"میرا یہ خیال ہے کہ وہ مجھے سخت ہی دیوانہ سمجھتا تھا۔" ٹریویلین کہنے لگا۔
"اور اس میں شک بھی کیا ہے۔" فرنیک کرٹس نے یکایک چلتی گاڑی کی کھڑکی کھول کر کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی وہ چوٹ کی پروا نہ کر کے گاڑی سے کود جانے کے لئے تیار ہوگیا کیونکہ ایسے دو شخصوں کے پاس جنہیں وہ حقیقت میں دیوانہ سمجھتا تھا۔ زیادہ عرصہ تک ٹھیرنا اب اس کے لئے عملی طور پر ناقابل برداشت ہوگیا تھا۔ مگر جس وقت وہ کودنے کے لئے بڑھا تو کپتان کے آہنی ہاتھ نے اسے کالر سے پکڑ کر پیچھے کیطرف کھینچ لیا۔ اور اسے ذرا سی جد وجہد کے بعد آخر کار پھر گاڑی کے اندر ہی بیٹھنے پر مجبور ہونا پڑا۔
مگر فرنیک کرٹس کی اس کارروائی سے ٹریویلین اور بیرونٹ کی آنکھیں اس بارہ میں کھل گئیں۔ کہ ان دو شخصوں کے دلوں میں ہماری نسبت کیا خیالات ہیں۔ اب اس واقعہ کی روشنی میں انہوں نے سمجھا کہ جب سے ہم گاڑی میں سوار ہوئے کس لئے فرنیک کرٹس کی طرف سے

ہم بیان کر چکے ہیں کہ صدر دروازہ کھول دیا گیا تھا۔ اور ہال میں لمپ بھی روشن تھا۔ اس لمپ کی روشنی میں دو شخصوں نے جو پھاٹک کے پاس سے گذر رہے تھے۔ ڈیوڑھی کے اندر کئی آدمیوں کو گتھم گتھا دیکھا۔ اور ان میں سے وہ جو آگے تھا یہ دیکھ کر کہ ایک طرف ۵ اور دوسری طرف صرف دو آدمی ہیں۔ بڑے زور سے چلا کر کہنے لگا۔ یسوع کی قسم! فرینک۔ آؤ ہم اس فریق کو جو کمزور ہے۔ مدد دیں۔

یہ کہکر ہمارا جرار دوست کپتان او بلنڈربس ویسی ہی دلیری سے جو سر والٹر سکاٹ نے لارڈ مارمین سے منسوب کی ہے "میدان کارزار میں گھس گیا" یا اگر شاعرانہ انداز بیان سے قطع نظر کر جائے تو ہال میں داخل ہو گیا۔ اس نے دیو قامت دربان کے منہ پر اس زور کا مکہ دیا۔ کہ وہ لڑکھڑا گیا اور دو پہرہ داروں کو آن واحد میں ادھر اُدھر بھگا دیا۔

اس کا ساتھی فرینک کرٹس گو فطرتاً بزدل تھا۔ تاہم اس وقت شراب کے نشہ میں دہ [illegible] ہو گیا۔ اور اپنے زیادہ شجاع دوست کے پیچھے پیچھے اس "جنگ" میں حصہ لینے لگا اور [illegible] کمک کا نتیجہ یہ ہوا کہ لارڈ ولیم ٹریویلین کی پارٹی مضبوط ہو گئی اور دشمن کو شکست فاش [illegible]

[illegible] سونٹن نے جب یہ حال دیکھا۔ تو زور زور سے چلا کر کہنے لگا۔ "چورو۔ قاتلو۔ حرامزادو یہ کیا [illegible] ہے"! اور اسکی آواز نے خادماؤں کی چیخ پکار سے ملکر جو اس ہنگامہ کی وجہ سے بید [illegible] تھیں محشر کا سماں باندھ دیا۔

"اب [illegible] کنجی کی فکر کرو" لارڈ ولیم ٹریویلین نے اس عارضی کامیابی سے فائدہ اٹھانے کی نیت سے کہا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے کپتان۔ فرینک کرٹس اور بیرونٹ کو دھکیل کر دروازہ سے باہر نکالا [illegible] خود ایک لمحہ کے لئے کنجیوں پر قبضہ پانے کی غرض سے رک گیا۔

کنجیوں کا گچھا ہاتھ میں لیکر وہ بھی ان کے پیچھے لپکا اور دروازہ سے باہر آ کر اس نے اسے بند کر کے جلدی سے قفل لگا دیا۔ تاکہ ڈاکٹر اور اس کے ساتھی فوراً ہی تعاقب کرنے سے باز رہیں۔

"یسوع کی قسم! اور ایسا مزیدار لطیفہ میں نے عمر بھر میں نہیں دیکھا تھا" کپتان او بلنڈربس نے ہنستے ہوئے کہا۔

"مہربان ہمارے ساتھ تشریف لائیے" لارڈ ولیم نے کپتان اور فرینک کرٹس سے مخاطب

ہو کر کہا "آپ نے نازک وقت میں ہمارا ساتھ دیا ہے۔ اور ہم آپ سے زیادہ شناسائی حاصل کئے بغیر نہ جانے دیں گے۔ اس کے علاوہ خود ہمیں اس عجیب نظارہ کی نسبت جس میں آپ نے از راہ عنایت نمایاں حصہ لیا۔ آپ سے بعض کیفیات بیان کرنی ہیں۔ جلدی کیجئے ہمارے پاس ضایع کرنے کے لئے وقت نہیں ہے۔ ایسا نہ ہو وہ تعاقب کرنے لگیں"

"طاقتوں کی قسم! اور تم لوگ چور تو نہیں ہو" کپتان اوبلنڈربس نے یکایک اس خیال سے کسی قدر متاسف ہو کر کہا۔ کہ ہم نے ایسے آدمیوں کی مدد کی جن کا صحیح حال بھی معلوم نہیں۔

"نہیں۔ نہیں خدا نہ کرے۔" لارڈ ولیم نے کپتان کے ظاہر کردہ خیال پر ہنستے ہوئے کہا۔ "مگر میں پھر کہتا ہوں۔ جلدی کیجئے۔ لازم ہے جہاں تک جلد ممکن ہو۔ ہم اس مقام سے دور پہنچ جائیں۔"

اس پر یہ چاروں تیزی سے چلتے ہوئے کیمبرج روڈ کی طرف ہو لئے۔ اور اسی طرح مائل اینڈ روڈ پر پہنچے جہاں اتفاق سے انہیں ایک کرایہ کی گاڑی خالی مل گئی۔

جب سارے اس گاڑی میں بیٹھ گئے۔ تو لارڈ ولیم نے گاڑیبان کو پارک سکوئر ریجینٹس پارک کی طرف چلنے کے لئے کہا۔

گاڑی تیزی سے چلنے لگی۔ مگر پارک سکوئر کا پتہ سن کر جہاں صرف امیر طبقہ کے لوگ رہتے ہیں کپتان اوبلنڈربس اور فرنیک کرٹس دونو کے دل میں یہ معلوم کرنے کے لئے بے چینی پیدا ہو گئی کہ ہمارے نئے دوست آخر کون ہیں۔

باب ۱۹۰ کرایہ کی گاڑی میں

"جنٹلمن"۔ کپتان نے اپنے معروف بلند لہجہ میں کہا "اجازت دیجئے۔ کہ میں کسی حیل وحجت کے بغیر آپ سے اپنے دوست کا اور خود اپنا تعارف کرا دوں۔ صاحبان۔ میرے دوست کا نام مسٹر فرنیک کر... ٹس ہے۔ اور وہ ایک ایسے خاندان کا نامور رکن ہے جس کی دولت اور جایداد کا کچھ ٹھیک نہیں۔ گو یسوع کی قسم! اور اس نے وہ سب اس طرح ہضم کر لی ہے۔ گویا اسکی پڈنگ کی پلیٹ سے زیادہ ہستی نہ تھی۔ اور میرا نام جنٹلمن کپتان اوبلنڈربس ہے۔ اور میں بلنڈربس پارک کو نیار...ر... کا رہنے والا ہوں۔ جہاں آپ کسی وقت

غطراب اور پریشانی کا اظہار ہوتا رہا۔ اور کس لئے وہ بار بار "اے خدا۔ اے خدا" کہہ کر کراہتا تھا۔ اب انہوں نے یہ بھی سمجھ لیا کس لئے کپتان نہ صرف ان کے ساتھ غیر معمولی اخلاق سے پیش آتا تھا۔ بلکہ جہاں تک ممکن تھا۔ وہ اپنے دوست کو بھی خاموش رہنے پر مجبور کرتا رہا۔ سارے معاملہ کو سمجھ کر ٹریویلین اور سر گلبرٹ اس زور سے ہنسنے لگے کہ اُن کے پیٹ میں بل پڑ پڑ جاتے تھے۔ اس سے فرنیک کرٹس کو کم از کم یہ تسلی ہوگئی۔ کہ یہ بیلے ضرور دیوانے ہیں۔ کپتان اوبلینڈرس نے اپنے دل میں سوچا کہ مجھے اپنی عمر میں ایسے خوش مزاج دیوانوں سے کبھی سابقہ نہیں پڑا۔ اور جیسا کہ امید کی جاسکتی تھی وہ بھی دلی شوق سے ان کے قہقہہ میں شریک ہوگیا۔

"اور آپ لوگوں نے سمجھا کہ ہم واقعی دیوانے ہیں؟" آخر کار ٹریویلین نے بدقت اپنی ہنسی کو ضبط کرتے ہوئے پوچھا۔

"بالکل نہیں"۔ کپتان نے جلدی سے جواب دیا۔

"معلوم ہوتا ہے مسٹر کرٹس نے یہی سمجھا تھا" ٹریویلین نے اس لطیفہ سے دل میں خوش ہوتے ہوئے کہا۔

"یسوع کی قسم! اور اگر وہ اس طرح کے خیال کو اپنے دل میں جگہ دے کر یورلار... رڈشپ اور آپ کے دوست کی توہین کرے اور ہیں کل ہی ومبلڈن کے میدان میں اسے ۱۰ قدم کے فاصلے سے ڈویل لڑنے پر مجبور نہ کروں تو میرا نام اوبلینڈر... ر... بس نہیں"۔ کپتان نے بڑی گرمجوشی سے کہا۔

"کپتان صاحب آپ ناحق اس زور سے حمایت کر رہے ہیں"۔ ٹریویلین نے کہا۔ جو صاف دیکھ رہا تھا۔ کہ اوبلینڈرس اس انداز سے گفتگو کر رہا ہے جو دیوانوں کو خوش کرنے کے لئے اختیار کیا جاتا ہے۔ پھر سلسلہ کلام جاری رکھ کر اس نے کہا "میرے دوست اگر واقعی آپ ہمیں دیوانہ سمجھتے ہیں۔ تو کہنا پڑے گا۔ کہ آپ کا اور مسٹر کرٹس کا دماغ بھی ٹھیک نہیں"۔

"یسوع کی قسم! اور یہی خیال کئی بار میرے اپنے دل میں پیدا ہو چکا ہے"۔ اوبلینڈرس نے کہا۔ جو چاہتا تھا کہ "کسی طرح دیوانوں کی خوشی کو ملحوظ رکھے"۔ "چنانچہ میرا دوست فرنیک کرٹس آئرلینڈ کے کسی جنگلی سؤر سے کم دیوانہ نہیں جسے ایک طرف چلائیں تو یقیناً دوسری طرف چلتا ہے۔ رہا میں سو اطمینان رکھئے کہ میں اپنی کوتاہیوں سے بے خبر نہیں ہوں۔

میں جانتا ہوں۔ میرے دماغ میں بھی کسی پرانی چائے ابالنے کی کیتلی کی طرح شگاف آچکا ہے۔"

کپتان اوبلنڈربس کی یہ مذاق گفتگو اور اس کی مضحکہ خیز حرکات و سکنات جنہیں وہ اس عمل میں لا رہا تھا کہ دیوانوں کو ناراضگی کا موقعہ نہ ملے۔ لارڈ ولیم ٹریولین اور اس کے دوست کے لئے بہت ہی پُرلطف ثابت ہوئیں۔ اور وہ پھر بہت دیر تک ہنستے رہے حقیقت میں یہ ہنسی اس افسردگی کو رفع کرنے میں بڑی حد تک ممد و معاون ثابت ہوئی جو سر گلبرٹ کے دل پر بے جا حراست کی وجہ سے طاری تھی۔

یہ کہنا مشکل ہے کہ بھول بھلیاں کا یہ سلسلہ کب تک جاری رہتا مگر اتفاق سے عین اس وقت گاڑی چلتے چلتے پارک سکوئر کی ایک عالیشان عمارت کے سامنے رُک گئی۔

"اب گھڑی پل میں حقیقت حال معلوم ہوئی جاتی ہے۔" کپتان اوبلنڈربس اور فرنیک کرٹس دونوں نے اپنے اپنے دل میں سوچا۔ "اب ظاہر ہو جائے گا یہ دیوانے ہیں یا نہیں۔"

صدر دروازہ پر دستک دی گئی۔ اور چشم زدن میں فٹز جارج سادہ کپڑے پہنے نمودار ہوا۔ اس کے ساتھ دو وردی پوش نوکر تھے۔ یہ سب اپنے آقا کی واپسی کے انتظار میں رات بھر جاگتے رہے تھے۔

فٹز جارج دوڑتا ہوا گاڑی کے قریب آیا اور سر گلبرٹ کو لارڈ ولیم کے پہلو میں بیٹھے دیکھ کر کہنے لگا۔ "خدا کا شکر ہے۔ یہ لارڈ شپ کو اپنی تجویز میں کامیابی ہوئی۔"

یہ فقرہ سن کر اوبلنڈربس اور فرنیک کرٹس دونو کے منہ سے تعجب کا کلمہ نکلا۔ کیونکہ اب انہیں یقین ہو گیا کہ لارڈ ولیم ٹریولین کوئی فرضی امیر نہیں اور عجب نہیں ان میں سے کوئی بھی دیوانہ نہ ہو۔

ٹریولین اپنے دوست سر گلبرٹ کو ساتھ لیکر گاڑی سے اُترا اور اس کے بعد کپتان اور اس کے ساتھی سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ "ہم سب خواہ کتنے بھی دیوانے ہوں۔ بہر حال رات کے مشکل کام کے بعد تفریح کی غرض سے کچھ کھانا ضرور چاہیئے۔"

اس کے چند منٹ بعد کپتان اور فرنیک کو ایک خوشنما آراستہ کمرہ میں پہنچایا گیا جس کے وسط میں ایک میز پر چاندی کے قیمتی برتن پڑے تھے۔ اور ان میں ایسا نفیس سامان اکل و شرب موجود تھا کہ اسے دیکھ کر دونوں دوستوں کے منہ میں پانی بھر آیا۔ مگر سب سے زیادہ اطمینان انہیں شراب کا وافر ذخیرہ دیکھ کر ہوا خصوصاً اس لئے کہ کپتان کی مقبول پوتیں نہایت

خوشرنگ قسم کی ۔غیر معمولی مقدار میں موجود تھی ۔

اب لارڈ ولیم اور اس کے دوست سب کے سب دسترخوان کی میز پر بیٹھے ۔ اور ہر ایک نے خوب پیٹ بھر کر کھایا ۔ اور دل کھول کر پی ۔ لارڈ ولیم کے نئے دوستوں میں سے فرنیک نے زیادہ توجہ خوراک اور کپتان نے شراب کی طرف دی ۔ ٹریولین یا سر گلبرٹ کی دیوانگی کے متعلق ان کی غلط فہمیاں اب قطعاً رفع ہو چکی تھیں ۔ اور جب لارڈ ولیم نے انہیں وہ قصہ جو گذشتہ میں نامکمل ہی رہا تھا ۔ پورے طور پر سنایا تو وہ اپنی غلط فہمی پر خوب ہنسے ۔

کھانے سے فراغت پا کر پوتین کا دور شروع ہوا اور اس کے زیر اثر کپتان اور فرنیک کرٹس کی زبان بے لگام ہونے لگی ۔ گفتگو کے دوران میں بالواسطہ طریق پر معلوم ہوا کہ انہیں فرق اہین کے آدمیوں کی طرف سے گرفتاری کا خطرہ ہے ۔ وہ گلوب ٹون کے کسی حصہ میں رہتے ہیں اور رات کا بڑا حصہ ہکنی روڈ کے ایک شراب خانہ میں بسر کر کے گھر کی طرف جا رہے تھے ۔ کہ وہ نظارہ پیش آیا ۔ جس میں انہوں نے اس قدر نمایاں حصہ لیا تھا ۔

اس قسم کے انکشافات سے لارڈ ولیم اور سر گلبرٹ ہینیہ کورٹ کو اپنے دوستوں کی مشکلات کا پورے طور سے علم ہو گیا ۔ اور اس سے انہیں خوشی بھی ہوئی ۔ کیونکہ اب وہ ان کی خدمات کا شکریہ عملی صورت میں ادا کر سکتے تھے ۔

تھوڑی دیر سر گلبرٹ کے ساتھ دبے لفظوں میں مشورہ کرنے کے بعد لارڈ ولیم ٹریولین نے ایک پرزہ کاغذ پر چند الفاظ لکھے اور اس کے بعد کپتان اولبنڈر میں اور فرنیک کرٹس سے مخاطب ہو کر کہا ۔ میں ان الفاظ کے لئے جو کہنا چاہتا ہوں ۔ آپ سے تہ دل سے معافی کا خواستگار ہوں ۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ اثنائے گفتگو میں آپ کے بعض کلمات سے معلوم ہوا کہ آپ کو روپیہ کی وصولی کے معاملہ میں کچھ مایوسی ہوئی ہے ۔ ان حالات میں اگر آپ ہمیں اس بے تکلفی کے لئے قابل معافی تصور کریں تو ہم درخواست کرتے ہیں کہ اس روپیہ کی وصولی تک جس کا آپ کو انتظار ہے ۔ تھوڑا سا روپیہ جو ہم بطور قرض حسنہ پیش کرتے ہیں قبول فرمایئے ۔ ایسے حقیر حالات میں ہمارے جیسے دوستوں میں کسی طرح کا تکلف نہ ہونا چاہیئے اور کیا عجب کہ ہماری پیش کردہ حقیر رقم آپ کی عارضی پریشانی رفع کرنے میں کسی طرح مددگار ثابت ہو ۔ اگر آپ ہماری درخواست کو قبول فرمائیں تو ہم اسے اپنی خوش نصیبی پر محمول

کریں گے ۔"

یہ کہتے ہوئے لارڈ ولیم نے وہ پرزہ کاغذ کپتان اوبلنڈرس کے سامنے پیش کیا ۔ کپتان نے اُسے جلدی سے تہ کر کے جیب میں ڈالنے کی فکر کی ۔ مگر ایسا کرنے سے پہلے اس نے جیب اسے ایک بار نظر غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ ۵۰۰ پونڈ کا چک ہے ۔

"یسوع کی قسم ! میرے دوستو" اس نے نوجوان امیر اور بیرونٹ کو ایک ساتھ مخاطب کر کے کہا "آپ کی عنایات اس قدر بڑھتی جا رہی ہیں کہ میں حیران ہوں آپ کا کیونکر . . . کیونکر شکریہ ادا کروں ۔ بیٹا کرتس"۔ اس نے یکایک اپنے جگری دوست کی طرف منہ کر کے کہا "کتنے بیوقوف ہو کہ میرے ساتھ ادائے شکر میں شریک نہیں ہوتے ؟ دیکھتے نہیں ہو مائی لارڈ . . . اور سر گلبرٹ نے ہمیں عارضی مشکلات سے نجات پانے کے لئے ۵۰۰ پونڈ کی مدد دی ہے ۔ لیکن میرے دوستو" اس نے پھر لارڈ ولیم اور سر گلبرٹ ہی سے مخاطب ہو کر کہا "میں یقین دلاتا ہوں کہ جس وقت میرا روپیہ قدیم آئر . . . ر . . . لینڈ سے آتا ہے . . . اور خدا اسے غارت کرے کہ اب کی مرتبہ اس نے آنے میں اتنی دیر کر دی ۔ میں آپ کا قرض کوڑی پیسہ سے بیباق کر دونگا ۔ اب میں آپ کا جام صحت پیتا ہوں اور خدا تمام پاگل خانوں کے ڈاکٹروں کا ستیاناس کرے !"

اس دلفریب تقریر کے بعد کپتان اوبلنڈرس نے تیز شراب کا بھرا ہوا گلاس ایک ہی بار منہ کو لگا کر پی لیا ۔ اور اس کے بعد رخصت ہونے کے لئے اٹھا ۔

فرنیک کرٹس اس وقت اس روحانی عروج کی حالت میں تھا ۔ کہ اس کو دو ٹریویلین دو بیرونٹ ۔ دو کپتان اور خدا جانے کتنی موم بتیاں نظر آتی تھیں ۔ اسے بڑی دقت سے کھڑے ہونے پر آمادہ کیا گیا ۔ اور جب وہ کھڑا ہوا تو اس کے آئرش دوست کے لئے اسے چلانا دشوار ہو گیا ۔ خیر کسی طرح سمجھا کر دھمکا کر کپتان نے فرنیک کو لارڈ ولیم کے شاندار محل سے قدم بڑھانے پر آمادہ کیا ۔

ان کے چلے جانے پر جب کمرہ میں صرف ٹریویلین اور سر گلبرٹ ہیتھ کوٹ رہ گئے تو اول الذکر نے ان ملاقاتوں کی کیفیت بیان کی جو اس کے اور مسز سیفٹن کے درمیان ہوئی تھیں ۔ مسز سیفٹن کے اپنی بیٹی ایگنس سے ملنے کا بھی ذکر کیا اور بتایا کہ اب وہ بیز واٹر میں مقیم ہے ۔

انگیس کا ذکر سنکر ہیرونٹ کو تعجب اور خوشی کی وجہ سے اضطراب ہوا۔ اور وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر ناہموار قدموں سے کمرہ میں ٹہلنے لگا۔ پھر جب وہ اپنی جگہ پر دوبارہ بیٹھا تو ایسا معلوم ہوتا تھا گویا وہ اس معاملہ میں مزید حالات بیان کرنے کا آرزومند ہے۔ اور چاہتا ہے کہ اپنے دوست کو معاملہ کے ہر پہلو سے خبردار کردے۔ مگر اس جوش کی وجہ سے جس میں وہ حال میں مبتلا رہ چکا تھا۔ اس نے محسوس کیا کہ یہ حالات اس وقت بیان نہ کئے جاسکیں گے۔ پس وہ یکایک کہنے لگا "ٹریولین مجھے تم سے چند ضروری باتیں کہنی ہیں مگر میں انہیں کسی "دوسرے" وقت پر ملتوی کرتا ہوں۔ اب تقریباً ۵ بج چکے ہیں اور دن کی روشنی پھیلنے لگی ہے۔ اس لئے مجھے رخصت ہونے کی اجازت دیجئے۔ میں ہیز واٹر کے بنگلہ میں جانے کے لئے سخت بیقرار ہوں "

"جانے سے پہلے ایک گھنٹہ آرام نہ کرلوگے کیا؟" لارڈ ولیم ٹریولین نے پوچھا۔

"نہیں معاف کیجئے" سرگلبرٹ نے کہا "میں اس وقت تک آنکھیں بند نہیں کرسکتا جب تک میں اس سے بغلگیر نہ ہوجاؤں جو۔۔۔" اور پھر یکایک رک کر وہ کہنے لگا "میں تم سے اس غیر معمولی جوش اور اضطراب کے لئے معافی کا خواستگار ہوں۔ کل میں تمہیں سارے حالات سے خبردار کردوں گا" پھر اپنے دوست کا ہاتھ گرمجوشی سے ہلاتے ہوئے اس نے کہا "اس کے بعد تم میرے اس وقت کے خیالات کو اچھی طرح سمجھ لوگے۔ سردست میں الوداع کہتا ہوں"

سرگلبرٹ رخصت ہونے کو تیار تھا۔ کہ فٹز جارج کمرہ میں داخل ہوا اور اپنے آقا سے مخاطب ہوکر کہنے لگا "مائی لارڈ میں آپ سے یہ عرض کرنا بھول گیا۔ کہ رات جب میں آپ کو ڈاکٹر سونٹن کے ہاں چھوڑ کر واپس آیا۔ تو مارکوئیس آف ڈیلامور آپ کے منتظر تھے۔۔۔"

"مارکوئیس آف ڈیلامور!" سرگلبرٹ ہیتھ کوٹ نے چونک کر کہا۔

"جی ہاں" فٹز جارج نے جواب دیا اور پھر دوبارہ اپنے آقا سے مخاطب ہوکر وہ کہنے لگا "وہ اس وقت سخت مضطرب نظر آتے تھے۔ اور کہتے تھے میں آپ سے فوراً ہی ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے اُن سے کہا کہ آپ ایک دوروز سے گھر سے باہر گئے ہوئے ہیں۔ اور اس سے پہلے آپ کے واپس آنے کی امید نہیں۔ اسپر وہ برافروختہ ہوئے اور کچھ دیر پریشانی کی حالت میں کمرہ کے اندر ادھر ادھر ٹہلتے رہے۔ انہوں نے اس بارہ میں

سوالات پوچھے کہ یہاں کون کون عورت آیا کرتی ہے۔ جس پر میں نے کہا کہ ان کی کسی بھی عورت سے ملاقات نہیں۔ آخر کار وہ یہ کہہ کر رخصت ہوئے کہ میں دن کے دس بجے پھر آؤں گا میرا کام نہایت ضروری ہے۔ کیا عجب وہ اس وقت تک واپس آجائیں۔"

جب نوکر واپس چلا گیا تو سر گلبرٹ ہینتھ کورٹ ٹریویلین سے کہنے لگا "میں مارکوئیس کی آمد کا مدعا سمجھ گیا۔ مگر اس وقت تفصیلی بحث کا موقع نہیں۔ میں بیزواٹر میں جانے کے لئے بیقرار ہوں۔ مگر میں سمجھتا ہوں کہ خواتین کو اتنے سویرے بیدار کرنا خلاف ادب ہے۔ بہرحال ٹریویلین میں تم سے ایک درخواست کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ مارکوئیس آف ڈیلامور کو اس بنگلہ کا پتہ نہ دینا جہاں مسز سیفٹن اور اگینس مقیم ہیں۔"

"میرے دوست اطمینان رکھو۔ یہ راز میرے سینہ میں محفوظ رہے گا۔" امیر موصوف نے جواب دیا۔

سر گلبرٹ نے اس کا ہاتھ انداز شکر گذاری سے دبایا۔ اور اس کے بعد رخصت ہو گیا۔

لارڈ ولیم بھی خوابگاہ میں جا کر لیٹ گیا۔ اور ۹ بجے تک اطمینان کے ساتھ سویا رہا۔ اس وقت اٹھ کر ہاتھ منہ دھویا اور کپڑے بدلنے کے بعد مارکوئیس آف ڈیلامور کی آمد کا منتظر ہوا

باب ۱۹۱۔ عمر رسیدہ مارکوئیس اور نوجوان لارڈ کی ملاقات

گھڑی نے ٹھیک ۱۰ بجائے تھے کہ ایک خوشنما گاڑی مکان کے سامنے رکی اور مارکوئیس اتر کر تیزی سے چلتا اس نشست گاہ میں پہنچا۔ جہاں ٹریویلین اس کا منتظر تھا۔

"مائی لارڈ میں نے سنا ہے آپ عزت دار آدمی ہیں۔" مارکوئیس نے بغیر کسی تمہید کے اصل مطلب کی طرف آتے ہوئے کہا۔ "اور مجھے یقین ہے آپ ایک ایسے معاملہ کی نسبت جس کے متعلق مجھے سخت پریشانی ہے۔ میری امداد سے دریغ نہ کریں گے۔ معاف کیجئے گا کہ میری طرف سے اس غیر معمولی اضطراب کا اظہار ہو رہا ہے۔ بہرحال جو واقفیت میں آپ سے حاصل کرنا چاہتا ہوں اسے مہیا کر کے مجھے ممنون احسان فرمایئے۔ میرا سوال نہایت مختصر ہے یعنی یہ کہ اگینس... میری بیٹی اگینس کہاں ہے؟... بتایئے وہ جوان خاتون کہاں ہے۔ جسے آپ نے نارووڈ کے قریب اس کوٹھی کے پائیں باغ میں سیر کرتے دیکھا تھا۔ جو بالکل علیحدہ واقع

ہے۔"

"کیا وہ حسینہ سچ مچ آپ کی دختر ہے؟" ٹریویلین نے اس بیان سے زیادہ متعجب نہ ہو کر کہا۔ کیونکہ مارکوئیس آف ڈیلامور کا نام سنکر سر گلبرٹ سیتھ کوٹ نے جس اضطراب کا اظہار کیا تھا اسے اور سر گلبرٹ کی اس درخواست کو پیش نظر رکھتے ہوئے کہ مسز سیفٹن کا مقام سکونت مارکوئیس سے پوشیدہ رکھا جائے۔ لارڈ ولیم کے دل میں معاملہ کی حقیقت کی نسبت بعض شبہات پیدا ہو چکے تھے۔

"جی ہاں ایکسی لنسی میری ہی دختر ہے۔ اور مجھے بجا طور سے اس پر فخر ہے" مارکوئیس نے کہا "مگر میں یہ سن چکا ہوں کہ اسے اس مکان سے جہاں وہ رہتی تھی۔ دھوکہ سے اغوا کیا گیا۔ ایک عورت جو اپنے آپ کو . . . یا یوں کہیے کہ اس کی اپنی ماں نے اسے ناجائز طریق پر وہاں سے نکالا۔ بعد ازاں کسی طرح وہ آپ تک پہنچی۔ اور آپ نے اُسے ایک ایسی خاتون کے زیر حفاظت رکھا جو آپ کے حلقہ احباب میں شامل ہے۔ یہ سب باتیں مجھے ایک عورت مسز مارٹیمر سے معلوم ہوئی تھیں . . ."

"اور یہ اطلاع بلاشبہ درست تھی" ٹریویلین نے جواب دیا "مگر اس سے آگے معاملہ ایک نہایت پیچیدہ صورت اختیار کر لیتا ہے۔ اس لئے کہ دروغگوئی سے مجھے عار ہے اور راست بیانی کی مجھے اجازت نہیں۔ ہاں ایک بات میں آپ کو بتا سکتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے کہ جس خاتون کے ہاں میں نے آپ کی حسین دختر کو رکھا۔ وہ حسن اتفاق سے اس کی ماں ہی تھی۔"

"اس کی ماں!" مارکوئیس نے چونک کر کہا "گویا اس وقت وہ اسی عورت کی حفاظت میں ہے جس نے پہلے اسے اس کے مکان سے نکالا تھا . . اور آپ مجھے اس کے موجودہ مقام سکونت سے خبردار کرنا نہیں چاہتے؟"

"مائی لارڈ میں مجبور ہوں۔ میں ابھی عرض کر چکا ہوں کہ مجھے اس معاملہ میں راست بیانی کی اجازت نہیں" ٹریویلین نے جواب دیا۔ گو بظاہر وہ مارکوئیس کے غم سے متاثر نظر آتا تھا۔

"آہ! کیا آپ اس بات کو گوارا کریں گے کہ باپ بیٹی میں تفرقہ پیدا ہو؟" مارکوئیس نے فرط الم سے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ کیونکہ اب تک وہ کھڑا ہی رہا تھا۔ گو ٹریویلین نے دوبار ازرہ اخلاق اس سے بیٹھنے کی درخواست کی تھی۔

نوجوان امیر مارکوئیس کو پریشان دیکھ کر افسردگی کے لہجہ میں کہنے لگا۔ "اگر میں آپ کی درخواست منظور کر لوں اور آپ کو اس خاتون کا پتہ دوں . . ."

"آپ اسے مسز سیفٹن کہہ سکتے ہیں" مارکوئیس نے تلخ لہجہ میں کہا "مجھے معلوم ہے وہ عرصہ دراز سے اپنا یہی نام ظاہر کر رہی ہے"

"ہمیں اس کے نام سے سروکار نہیں" ٹریولین نے جواب دیا "مختصر یہ کہ اگر میں آپ کو اس خاتون کا پتہ بتا دوں۔ تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ میں ماں بیٹی میں تفرقہ پیدا کرنے کا موجب بنا"

"مگر وہ ماں اس قابل نہیں کہ بیٹی کو اپنی حفاظت میں رکھ سکے" مارکوئیس آف ڈیلامور نے زوردار لہجہ میں کہا۔

"مائی لارڈ آپ کے نجی اور خاندانی معاملات میں دخل انداز ہونا میرا کام نہیں" ٹریولین نے ایسے لہجہ میں کہا جس میں استقلال کے ساتھ اخلاق اور عمر رسیدہ نواب کے متعلق اظہار رحم کا عنصر شامل تھا۔ "اور یہ تو بہرحال نہیں ہو سکتا" اس نے فقرہ کو ختم کرتے ہوئے کہا۔ "کہ میں آپ کے اور مارشنس آف ڈیلامور کے درمیان ایک منصف یا ثالث کے فرائض سرانجام دوں . . . کیونکہ میری رائے میں مسز سیفٹن کا اصلی نام یہی ہے"

اس اثنا میں مارکوئیس سنبھل چکا تھا۔ وہ سمجھتا تھا کہ جوش و غضب کا اظہار بے سود اور بے اثر ہے۔ چنانچہ کہنے لگا "مائی لارڈ۔ آپ کو کسی طرح کا ناگوار فرض سرانجام دینے پر مجبور نہ کرتے ہوئے۔ یہ بات یقیناً بے جا نہ ہوگی۔ کہ آپ کی اعلیٰ ذہانت اور فراست سے اپیل کی جائے۔ نہ صرف اس لئے کہ آپ ایک بیدار مغز خاندانی امیر ہیں۔ بلکہ اس لئے بھی کہ آپ کو میری بیٹی سے محبت ہے . . . آہ! آپ کے بشرہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایگنس کے لئے آپ کے دل میں سچا عشق موجود ہے۔ پس میں آپ سے اس کے باپ کی حیثیت میں جسے آپ تہ دل سے چاہتے ہیں۔ اس سوال پر غور کرنے کی درخواست کرتا ہوں۔ کہ اس کا محافظ بننے کے معاملہ میں میرے حقوق کس درجہ افضل ہیں"

ٹریولین تھوڑی دیر گہری فکر میں رہا پھر کہنے لگا "مائی لارڈ آپ کی عمر۔ رتبہ اور اس رشتہ کا لحاظ کرتے ہوئے جو آپ کے اور اس کے درمیان قائم ہے۔ جس کی محبت سے مجھے انکار نہیں۔ میں آپ کا بیان سننے سے انکار نہیں کر سکتا۔ فرمائیے۔ آپ کیا کہنا چاہتے

ہیں۔"

"میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں" مارکوئیس نے کہا "اور مجھے یقین ہے کہ سارے حالات بیان کرنے کے بعد میں ضرور آپ کو حامی کار بنالوں گا۔ مگر یہ فرمائیے۔ کیا آپ اس عورت سے واقف ہیں جسے اگر آپ چاہیں تو ہم سردست مسز سیفٹن ہی کے نام سے یاد کرتے رہیں گے۔ کیا اس نے کسی موقعہ پر آپ کو اپنے حالات زندگی سنائے؟"

"ایمان کی بات یہ ہے" نوجوان امیر نے کہا "اس نے مجھے اپنی زندگی کے بعض واقعات سے آگاہ کیا تھا۔ اور جو باتیں اس وقت اس نے بیان نہیں کیں وہ میں آج کے واقعات سے خود معلوم کر چکا ہوں۔"

"تو کیا آپ کو معلوم ہے کہ میں نے اس سے اسکی مرضی کے خلاف شادی کی تھی؟" مارکوئیس نے پوچھا "مگر خدا گواہ ہے۔ اس وقت مجھے اس کا مطلق علم نہ تھا۔ کہ یہ شادی اس کے لئے کس قدر مصیبت کا باعث ثابت ہوگی۔ صوفیا۔۔۔ کیونکہ اس کا ذاتی نام یہی ہے۔۔ صوفیا جوان اور خوبصورت تھی۔ اتنی خوبصورت کہ میں پہلی نظر میں ہی اس پر دیوانہ اور مفتون ہوگیا عشق جیسا کہ آپ کو معلوم ہے اپنے اندر بہت سی کمزوریاں رکھتا ہے۔ اور ان میں سے ایک یہ بھی ہے۔ کہ وہ انسان کے اندر خودغرضی کا مادہ پیدا کر دیتا ہے۔ چنانچہ میں نے اس بات کا مصمم ارادہ کیا کہ خواہ کچھ ہو اور کتنی بھی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے۔ میں ضرور اس سے شادی کروں گا۔ اس کا باپ ان ایام میں سخت مالی مشکلات میں مبتلا تھا۔ نہ صرف یہ بلکہ وہ بعض ایسے افعال کا مرتکب ہوگیا تھا۔ جن کی وجہ سے اس کی جان اور عزت خطرہ میں تھی میرے پاس دولت تھی اور میں اُس کی بیٹی پر مفتون ہو چکا تھا۔ ایسے حالات میں اس کا اپنی بیٹی کی شادی مجھ سے کرنے پر آمادہ ہونا تعجب خیز نہیں ہو سکتا۔ اس نے مجھے یہ نہیں بتایا کہ صوفیا کی محبت کسی اور نوجوان کے ساتھ ہے۔ اس نے یہ کہا کہ وہ اب تک محبت کے نام سے ناآشنا ہے۔ اور گو آپ اس سے عمر میں بڑے ہیں۔ تاہم آپ کے لئے اس کے دل میں کشش پیدا ہو چکی ہے۔ سچ پوچھئے تو جس قدر مشکلات بعد میں پیش آئیں۔ ان کا آغاز سب سے پہلے اس کے باپ ہی کی دورخی چال سے ہوا۔ اس کی باتوں کو صحیح سمجھ کر میں نے اس کی مشکلات رفع کرنے کی غرض سے ایک لاکھ پونڈ پیشگی دیئے۔ مگر اس کے بعد مجھے جلدی ہی معلوم ہو گیا کہ صوفیا شوق سے نہیں بلکہ حالت مجبوری میں مجھ سے ملتی ہے۔ اور

اس وقت مجھے کسی اور ذریعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ ایک اور جوان سے محبت کرتی ہے ۔ اس پر مجھے اس کے والد کے خلاف سخت غصہ آیا ۔ اور خود صوفیا کے متعلق میرے جذبات تیز تر ہو گئے اب میں نے اس سے شادی کرنے کے لئے اور بھی سرگرمی سے کوشش شروع کی ۔ میں اس بات کا مصمم ارادہ کر چکا تھا ۔ کہ اس کے باپ کو روپیہ دینے کے بعد دھوکا نہیں کھاؤں گا اور اس بات کا موقعہ نہیں آنے دونگا ۔ کہ صوفیا مجھے نظرانداز کر کے رقیب کو مجھ پر ترجیح دے اگر وہ اپنی محبت کی حقیقت سے مجھے پوری صاف دلی کے ساتھ خبردار کر دیتی اور اپنے آپ کو میرے رحم پر ڈالتی ... اگر وہ میری شرافت اور عزت سے التجا کرتی ۔ تو میں یقیناً اس کے ساتھ فیاضانہ سلوک کرتا ۔ ... میں آپ کو یقین دلاتا ہوں ۔ کہ میری طرف سے ضرور فیاضی عمل میں آتی ... "

" لیکن مجھے معلوم ہوا ہے کہ صوفیا کا والد اُسے مجبور کرتا تھا " ٹریویلین نے کہا ۔ " کبھی اُسے دھمکاتا ۔ اور کبھی مضحکہ اڑاتا تھا ۔ مجھے خود مسز سیفٹن کی زبانی یہ حالات تفصیل کے ساتھ معلوم ہو چکے ہیں ۔"

" آپ درست فرماتے ہیں " مارکوئیس نے کہا ۔ " خود اس نے یہی بات میرے ۔ و برو بعد از وقت بیان کی تھی ۔ جب میں کچھ نہیں کر سکتا تھا ۔ جو کچھ بھی ہو ۔ ہماری شادی نہایت نامبارک حالات میں ہوئی ۔ میں اس معاملہ میں قادر مطلق کو اپنا گواہ سمجھتا ہوں ۔ کہ شادی کے بعد جہاں تک ممکن تھا میں اس کے ساتھ محبت اور نرمی کا سلوک ہی کرتا رہا ۔"

ٹریویلین بولا ۔ " یہ سب باتیں بھی مجھے خود اس کی زبانی معلوم ہو چکی ہیں ۔ اور میں ان کی اہمیت کو تسلیم کرتا ہوں ۔"

" یہ سب کچھ کرتے ہوئے بھی میں اُسے خوش نہ رکھ سکا " مارکوئیس نے سلسلہ کلام جاری رکھ کر کہا ۔ " وہ ہر وقت روتی رہتی تھی ۔ اور شادی کے بعد ہمارے ماہ عسل کا زمانہ بالکل اس طرح بسر ہوا ۔ جیسے میت کے بعد سوگ کے ایام گذرتے ہیں ۔ میں نے اُسے خوش کرنے کی بہت کوشش کی ۔ جہاں تک ممکن تھا ۔ اس کے لئے سامان تفریح مہیا کئے ۔ نہ صرف اُسے بلکہ اس کے رشتہ داروں اور سہیلیوں تک کو بیش بہا تحائف پیش کرتا رہا ۔ مگر باوجود اس کے ان لبوں پر مسکراہٹ پیدا نہ کر سکا ۔ آپ خود اندازہ کر سکتے ہیں ۔ کہ یہ زندگی کتنی ناگوار تھی ۔ اسے اگر انتہائی مصیبت قرار دیا جائے ۔ تو بے جا نہ ہوگا ۔ لیکن آپ میری اس وقت

کی پریشانی کا اندازہ کرسکتے ہیں۔ جب ایک بار بدقت تمام ایک جلسہ رقص میں شریک
ہونے پر آمادہ کرنے کے بعد میں نے دیکھا کہ جب سر گلبرٹ ہیتھ کوٹ نے جلسہ مذکور میں اس سے
شریک رقص ہونے کی درخواست کی۔ فوراً ہی سے دفعتاً اس کے زرد چہرہ پر رونق آگئی وہ
اسے دیکھ کر مسکرائی۔ اور ایسے دلفریب انداز سے مسکرائی کہ میرا سینہ جل کر کباب ہو
گیا۔ مجھے یقین ہے۔ اس وقت میں نے انہیں کسی چرخ کی سی تندی نظر سے دیکھا ہوگا۔
لیکن صوفیا کے انداز سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ اس جلسہ میں میری موجودگی کو بالکل ہی فراموش
کرچکی ہے۔ اس کی پوری توجہ میرے رقیب کی طرف لگی ہوئی تھی۔ اس کی توجہ اس کی
صحبت کی خوشیوں پر مرکوز تھی۔ وہ ایک سے زیادہ مرتبہ اس کے ساتھ شریک رقص
ہوئی۔ دسترخوان پر بھی اس کے پہلو میں بیٹھی اور آخری ناچ میں بھی اس کے ساتھ رہی
اس ملعون ناچ سے جو والٹز کے نام سے مشہور ہے۔ مجھے ہمیشہ دلی نفرت رہی ہے۔
کیونکہ وہ ایک فحش اور جذبات کو بھڑکانے والا رقص ہے۔ لیکن اس وقت اپنی بیوی
اور رقیب کو اس ناچ میں حصہ لیتے دیکھ کر مجھے اتنی نفرت ہوئی۔ کہ بیان نہیں کرسکتا
طبیعت پر جبر کرکے کمرہ رقص سے باہر نکلا۔ اور مکان کے دوسرے حصہ میں جہاں مہمان
تاش کھیل رہے تھے۔ جا بیٹھا۔ میں نے اپنے آپ کو سمجھانے کی کوشش کی۔ کہ میرا غصہ
سراسر بے جا ہے۔ اور اس کا اظہار سوائے اس کے اور کوئی نتیجہ پیدا نہیں کرسکتا۔ کہ
لوگ مضحکہ اڑائیں۔ اور میری بیوی مجھ سے نفرت کرنے لگے۔ آخر سینہ پر پتھر رکھ کر میں نے
اپنے جذبات کو فرو کیا۔ آخر جس وقت ہم گھر واپس آئے۔ تو میں نے چہرہ پر مسکراہٹ کے
آثار پیدا کرکے اسے مبارکباد دی۔ کہ آج تم غیر معمولی طور پر خوش نظر آتی ہو۔ مگر اس کی افسردگی
پھر عود کر آئی۔ میرے لئے یہ سمجھنا ذرا بھی دشوار نہ تھا۔ کہ یہ افسردگی ہرگز ظاہر نہ ہوتی۔ اگر
گلبرٹ ہیتھ کوٹ اب بھی اس کی صحبت میں ہوتا۔ ۔ ۔"

"مائی لارڈ" لارڈ پولین نے قطع کلام کرکے کہا "آپ ناحق یہ تفصیلات بیان کر رہے ہیں
جن کا نتیجہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہوسکتا۔ کہ آپ کے دل میں رنج والم پیدا ہو"

"نہیں۔ آپ سنیئے تو سہی" مارکوئیس نے ایسے دردناک لہجہ میں کہا کہ لارڈ ولیم کے
لئے انکار کی صورت نہ رہی "یہ تفصیلات بے مطلب نہیں ہیں۔ اگرچہ اس کے ساتھ ہی میں
آپ کو یقین دلاتا ہوں۔ کہ میں کسی معاملہ کو غیر ضروری طوالت نہ دوں گا۔ ہزار ہا چھوٹی چھوٹی

باتیں ہیں۔ جو رہ رہ کر میرے ذہن میں پیدا ہوئی ہیں۔ اور جنہیں اگر میں بیان کروں تو آپ کو معلوم ہو جائے کہ باوجود ہر قسم کی سرد مہری کے جو میرے متعلق برتی گئی۔ میں نے ہمیشہ تحمل اور بردباری کا ثبوت دیا۔ مختصر یہ کہ صوفیا صرف ان موقعوں پر مسکراتی تھی۔ جب اس کی ملاقات گلبرٹ ہینتھ کوٹ سے۔ سوسائٹی کے جلسوں یا فیشن ایبل سیرگاہوں میں ہو باقی اوقات میں وہ نہایت افسردہ اور غمگین نظر آتی تھی۔ اس کے باپ نے بعد از وقت یہ بات محسوس کی کہ میں نے اپنے طرز عمل سے ہمیشہ کے لئے اپنی بیٹی کو رنج و محن کی نذر کر دیا۔ اور آخر وہ دل شکستہ ہو کر راہی ملک عدم ہوا۔ اس کے بعد یکایک صوفیا کی افسردگی کسی حد تک رفع ہو گئی۔ اور ایسا معلوم ہوا۔ گویا وہ زندگی میں زیادہ دلچسپی لینے لگی ہے اب وہ باقاعدہ طور پر گاڑی میں بیٹھ کر ہوا خوری کو جاتی۔ سودا خریدنے اکثر بازار میں چلی جاتی۔ رقص و سرود کے جلسوں یا اور پارٹیوں میں جہاں اُسے مدعو کیا جائے۔ بسا اوقات شریک ہوتی۔ اور میرے ساتھ اپنی خواہش سے ناٹک دیکھنے جاتی تھی۔ غرض یہ کہ اس نے فیشنیبل مصروفیت کی زندگی بسر کرنی شروع کر دی۔ اس کے باوجود جب وہ میرے پاس تنہائی میں ہوتی۔ تو اگر تند و ترش نہ ہو۔ تو بھی خاموش اور افسردہ ضرور نظر آتی تھی۔ انہی ایام میں آثار سے معلوم ہوا کہ وہ بچہ کی ماں ہونیوالی ہے۔ میرے دل میں یہ امید پیدا ہونے لگی کہ گو اب تک اس نے مجھ سے اس قدر محبت کا اظہار نہیں کیا جس کی اس رشتہ کی رو سے جو ہمارے درمیان قایم تھا۔ امید کی جا سکتی تھی۔ تاہم کیا عجب بچہ پیدا ہونے کے بعد وہ ایسا کرنے لگے۔ مگر جب اگینس . . . میری عزیز اگینس پیدا ہوئی۔ تو میں نے دیکھا کہ صوفیا کا طرز عمل پھر بھی وہی رہا۔ اسی طرح وقت گذرتا گیا۔ حتےٰ کہ آخرکار میرے دل میں شبہ پیدا ہونے لگا۔ کہ میری بیوی پورے طور سے وفادار نہیں ہے۔ کیونکہ میں نے دیکھا وہ بار ہا سر گلبرٹ ہینتھ کوٹ سے جسے انہی ایام میں بیرونٹ کا اعزاز اور معقول دولت حاصل ہوئی تھی۔ ملتی ہے۔ میں نے اسے فہمایش کی۔ اور کہا جو کچھ تم کر رہی ہو۔ اُسے اگر کسی زیادہ "سخت نام سے موسوم نہ کیا جائے۔ تو بھی وہ ناعاقبت اندیشی ضرور ہے۔ مگر اس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ میری باتوں سے سبق حاصل کرنے کی بجائے اس نے جھگڑنا شروع کر دیا۔ جس سے میری زندگی اور تلخ ہو گئی۔ ایک موقعہ پر اس نے مجھے یہ کہہ کر ملامت کی۔ کہ تم نے مجھ سے شادی کر کے میری زندگی تلخ کر دی ہے۔ اور مجھے نہ کبھی تم سے محبت تھی۔ اور نہ ہو گی۔

اس قسم کے جھگڑوں میں سے ایک کے بعد میرے دل میں یہ خوفناک شبہ پیدا ہوا۔ کہ صوفیا مجھ سے بے وفا ہو چکی ہے۔ اور ایگینس میری اولاد نہیں ...."

ٹریویلین نے کہا۔ "مائی لارڈ اس دردناک داستان کو ختم کیجئے۔ یہ راز جو آپ بیان کر رہے ہیں۔ اس قدر مقدس ہیں۔ کہ میں اُن کا حصہ دار بننا منظور نہیں کر سکتا۔"

"لارڈ ولیم میں پھر آپ سے درخواست کرتا ہوں۔ کہ اس بیان کو صبر و استقلال کے ساتھ سنیئے۔" مارکوئیس نے کہا "میری داستان کا بڑا حصہ بیان ہو چکا۔ اب اجازت دیجئے کہ میں اُسے ختم کر دوں۔ میں اس شبہ کا ذکر کر رہا تھا جو اپنی بیوی کی وفاداری کے متعلق میرے دل میں پیدا ہوا۔ مگر اس کے باوجود میں کھلے طور سے اس پر الزام عاید کرنے کی جرأت نہ کر سکتا تھا۔ اُس نے بھی سمجھ لیا کہ میرے دل میں کیا خیالات گذر رہے ہیں۔ اور کس قسم کے اندیشے ہر وقت میری طبیعت کو بے قرار رکھتے ہیں۔ بارہا جی میں آتی۔ کہ اپنے خیالات کو اس کے روبرو ظاہر کر کے یا تو بدترین حالت سے خبردار ہو جاؤں۔ یا یہی معلوم کر لوں کہ میرے اندیشے بے بنیاد ہیں۔ مگر اس ذکر کو چھیڑنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ جب کبھی میں اس پر الزام عاید کرنے کا ارادہ کرتا۔ زبان خشک ہو کر تالو سے لگ جاتی۔ اسی طرح ہماری مصیبت کی زندگی بسر ہوتی رہی رہیں یہ مصیبت محسوس کرتا تھا۔ کہ میری شادی ایک ایسی جوان عورت سے ہوئی ہے۔ جو مجھ سے محبت نہیں کرتی۔ اور وہ اس لیئے ہر وقت رنج و غم میں رہتی۔ کہ میری زندگی ایک ایسے شخص سے وابستہ ہو چکی ہے۔ جو میری نسبت اپنے دل میں شبہات رکھتا ہے۔ آخر کار ایک دن آیا جب میرا وہ تامل جو اس کے خلاف الزام عاید کرنے کے معاملہ میں اب تک محسوس ہوتا رہا تھا۔ رفع ہو گیا۔ اصل بات یہ ہے کہ اس روز مجھے سخت ہی رنج ہوا تھا۔ بعض دوستوں نے ہمیں ایک جلسہ دعوت میں مدعو کیا تھا۔ اس جلسہ میں سر گلبرٹ ہینڈ کورٹ صوفیا سے غیر معمولی نمایاں توجہ سے پیش آیا۔ اور مجھے محسوس ہوا کہ سارے حاضرین کی موجودگی میں میری سخت توہین کی گئی ہے۔ سہ پہر کو جب ہم مکان پر واپس آئے۔ تو میری صوفیا سے زور کی تکرار ہوئی۔ اس وقت میں نے وہ شبہ ظاہر کر دیا۔ جو عرصہ سے اس کے خلاف میرے دل میں تھا۔ میں نے اُسے بے وفا قرار دیا۔ اور کہہ دیا کہ ایگینس ہرگز میری بیٹی نہیں ہے۔ وہ قابل یادگار دن مجھے مرتے دم تک نہیں بھولیگا۔ وہ میری طرف وحشت آمیز نظروں سے قریباً ایک منٹ تک دیکھتی رہی۔ چہرہ سنگ مرمر کی طرح سپید ہو گیا۔ ہونٹ کانپنے

لگے۔ اور چھاتی متلاطم نظر آنے لگی۔ میں اس کی حالت دیکھ کر خوف زدہ ہوگیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا وہ ایک بے عیب بے خطا عورت ہے۔ اور میں نے اس پر سراسر بے جا تہمت عاید کی ہے اس کی یہ حالت دیکھ کر جی میں آتا تھا۔ کہ دو زانو ہو کر معافی کا خواستگار ہوں۔ وہ دفعتاً گلوگیر سی آواز میں کہنے لگی۔ "آج میرے اور آپ کے درمیان حد ہو گئی۔ میں رخصت ہوتی ہوں۔ اور اب ہم کبھی ایک دوسرے سے نہیں ملیں گے" میرے دماغ میں چکر آنے لگا۔ میں نے محسوس کیا کہ مجھ سے بھاری غلطی ہوئی۔ میں نے وہ بات کی جو نہیں کرنی چاہیے تھی۔ اس وقت اگر کوئی ذریعہ ایسا ہوتا جس سے میں اپنے بے باک الزام کو واپس لے سکتا۔ تو اسے عمل میں لانے میں ذرا بھی تامل نہ کرتا۔ جس طرح چند منٹ پیشتر میرے دل میں اس کے خلاف انتہائی شبہات تھے۔ اسی طرح اب میں اس کی معصومیت سے پورے طور پر واقف ہوگیا۔ بار بار اپنے دل کو اس بے جا کارروائی کے لئے ملامت کرتا تھا۔ یہ نظارہ نہایت رنج دہ اور المناک تھا۔ مجھے یاد ہے کہ میں نے اس کے روبرو دو زانو ہو کر معافی چاہی۔ اور درخواست کی۔ کہ اگر میری خاطر نہیں تو اس بچہ کی خاطر کہیں نہ جاؤ۔ لیکن میری التجائیں اسے اور بھڑکا رہی تھیں۔ اور جب میں نے اس شیر خوار ایگنس کے نام پر ٹھیر جانے کی اپیل کی۔ تو وہ ایک وحشیانہ چیخ مار کر اس طرح [illegible] کر بھاگی۔ کوئی جانے اس کے دماغ پر جنون سوار ہوگیا تھا"

یہاں پر مارکوئیس نے چند منٹ کے لئے رک کر اپنی آنکھوں کو رومال سے پونچھا معلوم ہوتا ہے۔ زمانہ گذشتہ کے واقعات کی یاد اس کے لئے اس قدر رنج دہ ثابت ہوئی۔ کہ وہ اپنے آنسوؤں کو ضبط نہ کر سکا۔

سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے اس نے کہا "مائی لارڈ اب میں آپ کو زیادہ عرصہ کے لئے اپنی داستان سننے کے لئے نہیں روکوں گا۔ مختصر یہ کہ مجھے معلوم نہ ہوا۔ وہ مجھ سے جدا ہو کر کہاں گئی۔ کچھ عرصہ بعد یہ سننے میں آیا۔ کہ وہ ایک تنہا مقام پر فرضی نام سے زندگی بسر کر رہی ہے۔ اب خواہ اس کے لئے آپ مجھے قابل نفرت ہی سمجھیں۔ بہرحال یہ امر واقعہ ہے کہ میں نے اس کی نقل و حرکت کی نگرانی کے لئے ایک جاسوس مقرر کیا۔ میں کوئی بات آپ سے چھپا کر رکھنا نہیں چاہتا۔ اس لئے صاف طور پر تسلیم کرتا ہوں۔ کہ اگرچہ مجھے یقین تھا میرے مکان سے رخصت ہونے کے وقت وہ نیک اور پاک تھی۔ تاہم ظاہر تھا کہ جانے کے بعد وہ اسی کے پاس رہنے لگی ہے جس سے اسے محبت تھی۔ ان حالات

میں مجھے یہ سن کر زیادہ تعجب نہ ہوا - کہ سر گلبرٹ ہینچ کرٹ اکثر اس کے مکان پر جاتا ہے اور وہ مسز سیفٹن کے نام سے زندگی بسر کر رہی ہے - باوجود اس کے میں اس قسم کا کوئی ثبوت حاصل نہ کر سکا جس سے اس کے گنہگار ہونے کا پتہ چلتا - میرے سینہ میں نہایت تیز جوش رقابت موجود تھا - اور میں چاہتا تھا کہ اُسے رقیب روسیاہ سے محبت کرنے کی جرأت کے لئے قرار واقعی سزا دوں - مگر جوں جوں وقت گذرتا گیا - دور اندیشانہ اثرات کے تابع ہو کر میں خود اپنے دل میں اس طرز عمل کے لئے جو میں نے اختیار کیا تھا - شرمسار ہونے لگا - اور میں نے اب اس بات کا مصمم ارادہ کیا - کہ جہاں تک میرے اختیار میں ہے - اس ناگوار تعلق کو جو میرے اور میری بیوی کے درمیان قایم تھا - دبانے کی کوشش کروں - اپنی کم سن بیٹی سے مجھے گہری محبت تھی - میں نے اس بات کا پختہ ارادہ کر لیا - کہ ہر قسم کی ضروری احتیاطیں عمل میں لاکر ایسا انتظام کروں گا - کہ وہ اپنی ماں کی افسوسناک حالت کی وجہ سے شرمسار نہ ہو - میرے اس ارادہ کو اس وجہ سے اور بھی تقویت حاصل ہوئی - کہ خود صوفیا یہ چاہتی تھی - جہاں تک ممکن ہو - زمانہ ماضی پردہ راز میں رہے - ورنہ کوئی وجہ نہ تھی - کہ وہ ایک فرضی نام اختیار کر کے تنہائی کی زندگی بسر کرتی - لیکن اس کے چند ماہ بعد بعض ایسے واقعات ظہور میں آئے جن کی وجہ سے اندیشہ تھا - یہ نہایت دردناک کیفیت پبلک کی نظروں میں آجائے گی - مزید توضیح کے لئے میں یہ بیان کر دینا چاہتا ہوں - کہ میرے خسر نے اپنی وصیت میں کچھ جایداد میرے نام چھوڑی تھی - اور لکھا تھا کہ وہ اس اولاد کے ورثہ میں آئے جو میری (میرے خسر کی) بیٹی کے بطن سے پیدا ہو - انہی ایام میں میرے خسر کے کسی دور کے رشتہ دار نے اس جایداد کے لئے جھگڑا شروع کیا - عدالت میں جو کارروائی ہوئی - اس سے ظاہر ہوا کہ میں اور میری بیوی اپنی مرضی سے ایک دوسرے سے علیحدہ زندگی بسر کرتے ہیں - اور لڑکی میرے پاس ہے - میں آپ کو زیادہ تفصیلات سنا کر اکتانا نہیں چاہتا - مختصر یہ کہ اس مقدمہ کے فیصلہ میں میرے خسر کے اس رشتہ دار کے دعاوی نامنظور کئے گئے - جایداد کے لئے عدالت نے ٹرسٹی مقرر کر دیئے اور حکم دیا کہ جب تک انگیس کی عمر اکیس سال کی نہ ہو ٹرسٹی ہی اس جایداد کے محافظ رہیں - اور چونکہ مارشنس آف ٹویلا مور کے خلاف بدچلنی کا کوئی الزام عاید نہیں کیا گیا تھا - اس لئے عدالت نے یہ بھی کہا - کہ لڑکی اس کے زیر حفاظت رہے ۔"

ہمیں امید ہے کہ مارکوئیس کے بیان کا یہ حصہ اس فقرہ کی توضیح میں ناظرین کو بہت مدد دیگا۔ جو مارکوئیس نے باب ۱۶۱ میں اس بارہ میں اپنی بیٹی سے کہا تہا۔ کہ آج سے دو سال بعد میں ہر ایک معاملہ جو سر دست بمنزلہ راز ہے۔ تمہارے روبرو بیان کر دوں گا۔ اس فقرہ کا راز یہی تھا۔ کہ اس عرصہ کے بعد ایگنس بالغ ہو جائے گی۔ اسی طرح پر امید ہے کہ باب ۱۸۱ میں مسز سیفٹن یعنی مارشنس آف ڈیلاموری نے ٹریویلین سے گفتگو کرتے ہوئے اس کوشش کا ذکر کرکے جو ایگنس کو اس سے جدا کرنے کے متعلق کی جائے۔ جو یہ فقرہ کہا تھا کہ مجھے قانون کی امداد حاصل ہے۔ اس کی بھی اس بیان سے وضاحت ہو گئی ہوگی۔ کہ عدالت نے ایگنس کو اس کی ماں کے حوالہ کیا تھا۔ اور یہ بیان کرنے کی تو ہمارے خیال میں کچھ بھی ضرورت نہ ہوگی۔ کہ خاتون موصوف نے ٹریویلین سے اپنی بیٹی کی شادی کس لئے دو سال تک ملتوی کرنا ضروری سمجھا تھا۔

ذرا دم لینے کے بعد مارکوئیس نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا "اس طرح پر اس قابل لعنت مقدمہ کے بعد جس کا آغاز میری طرف سے نہیں ہوا تھا۔ مگر جسے روکنا میرے اختیار میں نہ تھا۔ عدالت نے یہ حکم دیدیا۔ کہ میری بیٹی میری بیوی کے پاس رہے۔ اور مجھے اس کی نگہداشت سے محروم کر دیا۔ یہ صحیح ہے کہ میں عدالت کے اس حکم کے خلاف اپیل کر سکتا تھا۔ مگر اس کے لئے یہ بھی ضروری تھا کہ میں اپنی بیوی کی نیک نامی اور نیک چلنی پر حرف لاتا۔ اور یہ ثابت کرتا کہ وہ گنہگار ہے۔ اس طرح پر نہ صرف میرا اور میرے خاندان کا نام برباد ہوتا۔ بلکہ میری پیاری ایگنس کے نام پر بھی حرف آتا۔ مائی لارڈ یہ تمام حالات سن کر آپ یقیناً سمجھ گئے ہونگے کس لئے میں نے اپنی عزیز بیٹی کو تنہائی میں رکھ کر علیحدگی میں اس کی پرورش کی۔ اور کیوں اس بات کا خیال رکھا۔ کہ وہ کسی طرح اپنی ماں کے ہاتھ نہ آئے۔ اب جبکہ آپ میری المناک سرگذشت سے واقف ہو چکے ہیں۔ میں آپ سے اس فیصلہ کا خواستگار ہوتا ہوں کہ کیا یہ واجب ہے۔ ایگنس اپنی ماں کے زیر حفاظت رہے۔ جو ہرگز اس کی پرورش کے قابل نہیں؟ اے صاحب اگر واقعی آپ کو اس سے محبت ہے۔ اور آپ اس سے اس وقت جب وہ سن بلوغ حاصل کرے۔ شادی کرنا چاہتے ہیں۔ تو میں آپ سے انصاف کے نام پر یہ سوال پوچھتا ہوں۔ کیا اس دو سال کے عرصہ میں ایگنس کا اپنی ماں کے پاس رہنا واجب ہے جسے سوسائٹی میں ناقابل رشک درجہ حاصل ہے۔ یا کیا اسے اپنے باپ کی حفاظت میں رہنا چاہیئے۔ جس نے اس کے متعلق اپنے فرائض کو اس خوش اسلوبی سے سرانجام دیا؟"

تمام حالات سن کر ٹریویلین کو سخت اضطراب محسوس ہونے لگا۔ کیونکہ معاملہ نے نہایت پیچیدہ صورت اختیار کر لی تھی۔ وہ حیران تھا کہ مجھے کیا فیصلہ کرنا چاہیئے۔ وہ مسز سیفٹن کے ساتھ جہاں تک ممکن ہو رعایت کا سلوک کرنے کا خواہشمند تھا۔ وہ اس افسوسناک شادی کی وجہ سے جس پر اُسے مجبور کیا گیا۔ اسے قابل رحم سمجھتا اور تسلیم کرتا تھا کہ حالات پیش آمدہ میں سر گلبرٹ ہیتھ کوٹ کے ساتھ اس کا تعلق قابل معافی ہے۔ تاہم باوجود بڑی کوشش کے وہ اس نتیجہ پر پہنچنے کے لئے مجبور ہو گیا۔ کہ ایک ایسی معصوم اور پاکباز ہستی کا جیسی کہ ایگنس ہے۔ اپنی ماں کے پاس رہنا کسی طرح درست اور واجب نہیں۔

پس اخلاق اور مناسبت کے تمام پہلوؤں کو پیش نظر رکھ کر اسے مجبوراً اپنے دل میں یہی تسلیم کرنا پڑا۔ کہ ایگنس کے باپ کو اس کی پرورش کا زیادہ حق حاصل ہے۔ مگر دوسری جانب وہ سر گلبرٹ ہیتھ کوٹ سے وعدہ کر چکا تھا۔ کہ میں مارکوئیس کو مسز سیفٹن کا مقام سکونت نہیں بتاؤنگا۔ اس کے علاوہ اگرچہ وہ مسز سیفٹن کی موجودہ حالت کو قابل افسوس سمجھتا تھا۔ تاہم وہ اسے ایک شریف اور بااصول عورت تسلیم کرتا تھا۔ پس سب کچھ سوچکر اس نے یہی نتیجہ نکالا۔ کہ مسز سیفٹن کے خلاف مارکوئیس کی طرفداری نہ کرنی چاہیئے۔ مگر یہاں پر ایک اور مشکل سوال یہ درپیش تھا کہ اس معاملہ میں غیر جانبدار رہنا بھی غیر ممکن تھا۔ کیونکہ وہ معصوم پاکباز اور حسین ایگنس کا سچے دل سے پرستار تھا۔

غرض وہ اسی ششدپنج میں تھا۔ کہ مجھے کیا طریق عمل اختیار کرنا چاہیئے۔ اور سخت اضطراب کی حالت میں کمرہ کے اندر ٹہل رہا تھا۔ اور مارکوئیس آف ڈیلامور صوفہ پر بیٹھا ہوا فکرمند نگاہوں سے اُس کی طرف دیکھتا تھا۔ کہ صدر دروازہ پر زور کی دستک سنائی دی جس سے یہ دونو چونک گئے۔

"میں سردست کسی سے ملاقات نہیں کر سکتا" ٹریویلین نے گھبرا کر کہا۔ اور وہ کمرہ کا دروازہ کھول کر نچلی منزل پر دربان کو یہ حکم دینے کو تھا۔ کہ کوئی مجھ سے ملنے کو آئے۔ تو اُسے کسی بہانہ سے ٹال دینا۔ کہ دفعتاً صدر دروازہ کے کھلنے اور دربان کے کسی سوال پر یہ کہنے کی آواز سنائی دی۔ "میڈم وہ اس وقت بہت مصروف ہیں۔ مارکوئیس آف ڈیلامور ان کے پاس بیٹھے ہوئے کسی نہایت ضروری سوال پر گفتگو کر رہے ہیں"

"مارکوئیس آف ڈیلامور!" کسی کی زنانہ آواز سنائی دی جسے مارکوئیس اور لارڈ ولیم دونو

اچھی طرح پہچانتے تھے۔" اوہ! میں لارڈ ولیم اور مارکوئیس دونوں سے اچھی طرح واقف ہوں۔ اس لئے مجھے ان کی گفتگو میں مخل ہونیکا خاص حق حاصل ہے۔"

قبل اس کے کہ دربان کوئی مزید اعتراض کرتا۔ وہ عورت تیزی سے چلتی ہوئی سنگ مرمر کے زینہ پر چڑھنے لگی۔ ٹریولیین اس کی آواز سن کر پہلے ہی کمرہ میں واپس آچکا تھا۔

اس کے چند منٹ بعد مسز مارٹیمر جس نے اس وقت غیر معمولی طور پر عمدہ لباس پہنا ہوا تھا بڑی بے تکلفی سے کمرہ میں داخل ہوئی۔ اور اسے دیکھ کر لارڈ ولیم اور مارکوئیس آف ڈیلامور دونوں کو سخت پریشانی کا احساس ہوا۔

باب ۱۹۲ مسز مارٹیمر پھر لندن میں

عمر رسیدہ عورت نے گہری شناسائی کا انداز اختیار کرتے ہوئے چہرہ پر مسکراہٹ پیدا کرکے کہا۔" مائی لارڈز زہے نصیب کہ دونوں سے ایک ساتھ ملاقات ہوگئی۔ کیونکہ میں ہر ایک سے جلد تر ملنا چاہتی تھی۔ ہاں مگر آپ کی حسین ایگنس کا کیا حال ہے؟ کیا آپ کو تحقیق ہوگیا کہ میں نے مفصل حالات کے لئے اس مکان کا پتہ دینے میں بالکل راست کارروائی کی تھی؟" یہ آخری سوال اس نے مارکوئیس سے مخاطب ہوکر پوچھا۔

"ہاں میڈم"۔ اس نے جلدی سے جواب دیا۔ یہاں سے اٹھ کر میں اپنے ساہوکار کے ہاں جاؤنگا۔ تاکہ اسے ان چیکوں کے متعلق ضروری ہدایات دے دوں۔ جو میں نے پیرس میں تمہیں دیا تھا۔ یقین جانو اس رقم کی وصولی میں تمہیں کسی دقت کا سامنا نہ ہوگا۔ میری رائے میں تم مجھ سے اسی معاملہ کے لئے ملنا چاہتی تھیں۔"

"ہاں مائی لارڈ"۔ عمر رسیدہ عورت نے بمشکل اپنی خوشی کو دبانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ کیونکہ جو بات وہ معلوم کرنا چاہتی تھی۔ اس کا مارکوئیس نے بے خبری میں از خود جواب دے دیا۔ یعنی یہ کہ جو چیک وہ پیرس میں اسے اور لارا کو دے آیا تھا۔ ان کی ادائگی کے لئے اپنے ساہوکار کو ضروری ہدایات دے دیگا۔

"مگر مجھ سے تمہیں کیا کام تھا؟" لارڈ ولیم ٹریولیین نے مسز مارٹیمر سے سرد مہری اور نخوت کے لہجہ میں پوچھا۔

وہ بولی "میں آپ کی کچھ تھوڑی سی خدمت کرنا چاہتی تھی۔ مگر جس طریق پر آپ نے میرا استقبال کیا ہے۔ اس نے میری ہمت پر پانی پھیر دیا۔"

نوجوان امیر کہنے لگا "میڈم اصل بات یہ ہے کہ مجھے اب تمہارے ارادوں پر بھروسہ نہیں رہا۔ اس لئے مجھے تمہاری خدمات کی چنداں ضرورت نہیں۔"

مسز مارٹیمر لارڈ ولیم کے اضطراب سے جو اس [illegible] موجودگی سے اُسے محسوس ہو رہا تھا۔ دل میں خوش ہو کر کہنے لگی "صاف ظاہر ہے کہ مارکوئیس کی تشریف آوری سے میری آمد بے کار ہو گئی مگر میں یہ ثابت کرنے کے لئے تیار ہوں کہ میرے جن ارادوں کی نسبت آپ کو بدگمانی ہے۔ وہ حقیقت میں بُرے نہیں۔ درحقیقت میں آپ کو وہ گفتگو سنانے آئی تھی۔ جو تین دن بیشتر یہیں میں میرے اور مارکوئیس کے درمیان ہوئی۔ اور میں چاہتی تھی کہ آپ لارڈ ڈیلامور کی آمد کیلئے تیار رہیں۔ اس طرح پر میں سب سے پہلے آپ کو یہ اطلاع دے سکتی کہ جسے آپ ایگنس ورنن سمجھتے ہیں۔ وہ درحقیقت ایک اعلےٰ خاندان کی رکن ہے . . ."

"اور یہ اطلاع دے کر تم مجھ سے کسی معقول معاوضہ کی خواستگار ہوتیں؟" لارڈ ولیم نے نفرت سے ہونٹ کو بل دیتے ہوئے کہا "نہیں میڈم معاف کر دیں لیکن میں ایک پونڈ بھی نہیں دونگا۔ میں تمہاری خصلت سے اچھی طرح واقف ہو گیا۔ اور اگرچہ مجھے اس بات کا سخت رنج ہے کہ میں ایک عورت کو اس لہجہ میں مخاطب کرنے پر مجبور ہوں۔ تاہم ایمان کی بات یہ ہے۔ کہ تم جس قدر جلد یہاں سے چلی جاؤ۔ اتنا ہی بہتر ہے۔"

"خیر اس صورت میں میں اپنی موجودگی سے آپ کو ناراض کرنا نہیں چاہتی" مسز مارٹیمر نے لاپروائی سے کہا۔ اور اس کے بعد مارکوئیس کو ادب سے سلام کرکے اور ٹریولین کی طرف دیکھ کر سر کو ذرا سا خم دینے کے بعد وہ وہاں سے رخصت ہو گئی۔

مارکوئیس جو سخت بے صبری کی حالت میں تھا۔ کہنے لگا "مائی لارڈ اب جبکہ وہ قابل نفرت عورت یہاں سے چلی گئی ہے . . . کیونکہ حقیقت میں میں اسے قابل نفرت ہی سمجھتا ہوں۔ آپ میرے اس نہایت ضروری سوال کا جو درپیش تھا۔ جواب دیجئے۔"

ٹریولین کہنے لگا "صاحب مجھے آپ کو تشویش و رنج کی حالت میں رکھ کر سخت ہی رنج ہوتا ہے۔ لیکن میری حالت سخت مجبوری کی ہے۔ ایک طرف میں چاہتا ہوں کہ آپ کی مدد کروں اور دوسری طرف میں نے اس بات کا اقرار کر رکھا ہے۔ کہ کسی شخص کو اس خاتون کے مقام

سکونت کا پتہ نہیں دونگا . . . "

"یعنی مسز سیفٹن کا ؟"

"جی ہاں" ٹریویلین نے جواب دیا "میں اس بات کا اقرار کر چکا ہوں کہ اس خاتون کے موجودہ مقام سکونت کو بمنزلہ راز رکھونگا - البتہ ایک بات کا میں آپ سے وعدہ کرسکتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ میں بلاتاخیر مسز سیفٹن کے مکان پر جاکر اس سے درخواست کروں گا - کہ وہ لیڈی ایگنس کو آپ کے حوالہ کردے - میں اُسے جن اعلیٰ اصول کی خاتون سمجھتا ہوں - اُن کی بنا پر امید ہے کہ جب میں نے سارا معاملہ صحیح طریق پر اس کے سامنے پیش کیا - تو وہ ضرور میری بات مان لے گی ۔"

"پس سردست مجھے اس وعدہ پر قانع رہنا ہوگا ؟" مارکوئیس نے کہا - پھر اپنی جگہ سے اُٹھتے ہوئے وہ جوش کے لہجہ میں کہنے لگا "بہر حال میں جس فیصلہ پر پہنچا ہوں - اُسے آپ سے پوشیدہ رکھنا نہیں چاہتا - اور وہ فیصلہ یہ ہے کہ اب تک جہاں تک میرے اختیار میں تھا - میں اُن ناگوار حالات پر جو میں نے آپ کے روبرو بیان کئے ہیں - پردہ ہی ڈالتا رہا - یہ کام اس سے بہت زیادہ تھا - جس کی عام حالات میں کسی ایسے مرد سے امید کی جا سکتی ہے - جسے اپنی بیوی سے اس طرح کلفت پہنچا ہو - مگر اس کے باوجود میں نے اپنی طرف سے پوری فیاضی کا ثبوت دیا - لیکن اب اگر اس نے میری بیٹی واپس کرنے سے انکار کیا اور فیصلہ عدالت کی پناہ لینی چاہی - تو پھر میں بھی پُرامن طریقوں کو خیرباد کہہ دونگا - اگر ہمارے درمیان جنگ ہونی ہے - تو وہ علانیہ جنگ ہوگی - میں اس معاملہ کو قانونی اور کلیسائی عدالتوں میں لاکر طے کرانیکی کوشش کرونگا - اور اگر ضرورت ہوئی تو دارالامرا میں لارڈ چانسلر سے یہ فیصلہ حاصل کرونگا - کہ وہ خطاوار عورت اپنی بیٹی کو میرے حوالہ کرنے پر مجبور ہے - لارڈ ولیم میں پھر عرض کرتا ہوں - کہ یہ میرا پختہ ارادہ ہے - اگر آپ مناسب سمجھیں - تو اس عورت کو راہ راست پر لانے کے لئے اسے اِن تمام باتوں سے خبردار کردیں کیونکہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں - وہ محض ایک فضول دھمکی نہیں ہے ۔"

اتنا کہکر مارکوئیس نے نوجوان امیر سے ہاتھ ملایا - اور وہاں سے رخصت ہوا -

باہر ذرا تھوڑے فاصلہ پر مسز مارٹیمر کرایہ کی گاڑی میں بیٹھی اس کے باہر آنے کی منتظر تھی - اس نے مارکوئیس کو مکان سے باہر نکلکر اپنی گاڑی میں سوار ہوتے دیکھا - اور پھر

جب اس کی گاڑی چلنے لگی۔ تو اس نے بھی اپنے گاڑیبان کو اس کے پیچھے پیچھے چلنے کی ہدایت کی۔

مارکوئیس کی گاڑی سٹرینڈ کی طرف ہولی۔ اور وہاں ایک مشہور ساہوکار کی دوکان پہ ٹھیری۔ مارکوئیس گاڑی سے اُتر کر اندر داخل ہوا۔

مسز مارٹیمر بھی اُسے اُترتے دیکھ کر اپنی گاڑی سے اُتری۔ اور اس نے گاڑی والے کو رخصت کر دیا۔

وہ اس وقت تک بازار میں منتظر رہی حتےٰ کہ مارکوئیس ساہوکار کی دوکان سے باہر نکلا۔ اور اس وقت قریب ہی ایک قہوہ خانہ میں جا کر اس نے ایک جدا کمرہ میں کچھ سامان اکل طلب کیا۔ وہیں بیٹھ کر اس نے سامان نوشت منگایا۔ اور جب نوکر چلا گیا۔ تو کچھ سو پونڈ کا وہ چک جیب سے نکالا۔ جو مارکوئیس نے اُسے پیرس میں دیا تھا۔

چک کو غور سے دیکھتے ہوئے وہ کہنے لگی "اب آخری وار کا موقعہ ہے۔ اور اس میں مجھے پوری جرأت سے کام لینا چاہیئے۔ اس میں شک نہیں خطرہ عظیم ہے۔ مگر اس کے ساتھ ہی فایدہ بھی تو کچھ کم نہیں۔ ایک طرف ساٹھ ہزار پونڈ کی آمدنی۔ دوسری طرف عبور دریائے شور کا اندیشہ۔ دونو باتیں اس وقت میرے سامنے ہیں۔ اپنی زندگی میں روپے کی کافی بڑی رقوم دیکھ چکی ہوں۔ اور جانتی ہوں۔ دولت میں کیا لذت ہے۔ دوسری طرف دریائے شور کے پار کا نظارہ بھی مجھ سے پوشیدہ نہیں۔ ایک راحت ہے۔ اور انتہائی راحت۔ دوسری آفت ہے اور انتہائی آفت۔ لیکن راحت کی خاطر انسان ہر قسم کی آفات برداشت کرتے ہیں۔ پس کوئی وجہ نہیں۔ کہ میں قسمت آزمائی نہ کروں۔ علاوہ بریں روپیہ حاصل کر کے صرف لذت ہی کا احساس نہیں ہوگا۔ میں اس خودسر بڑھیا . . . یا لارڈ کو جیسا وہ اپنے آپ کو کہتی ہے۔ خوب ہی نیچا دکھا سکوں گی"۔

یہ کہتے ہوئے عمر رسیدہ عورت کے لبوں پر نفرت سے خم پیدا ہو گیا۔

اپنے دل سے ہی گفتگو کرتے ہوئے وہ کہنے لگی۔ "اب تک میں نے معاملات کو پوری طرح اختیار میں حاصل رکھا ہے۔ سادہ لوح لارڈ ولیم ٹریویلین سمجھتا تھا۔ میں اسے کوئی اطلاع دینے یا اس سے روپیہ حاصل کرنے آئی ہوں۔ آہ! اُسے کیا معلوم میری آمد کا حقیقی مدعا کیا تھا۔ میں تو اس لئے آئی تھی۔ کہ دیکھوں مارکوئیس اس سے ملنے آیا۔ یا نہیں معلوم کروں

میری اطلاع درست ہے یا غلط ۔ اور دریافت کروں کہ مجھے مارکوئیس کا چیک اس کے ساہوکار کے روبرو پیش کرنا چاہیئے یا نہیں ۔ اچھا ہوا کہ وہ بڈھا مجھے نہیں مل گیا ۔ اس سے مجھے اس کے مکان پر جانے کی زحمت سے نجات مل گئی ۔ اور معلوم ہو گیا ۔ اس نے چیک کے متعلق اپنے ساہوکار کو اطلاع دے دی ہے ۔ چھ سو پونڈ کے حقیر چیک کے لئے نہیں ۔ بلکہ ساٹھ ہزار کی اس عظیم الشان رقم کے لیئے جو برٹونیا کے لئے مخصوص کی گئی ہے ۔ یہ سب حالات میں نے قابل تعریف آسانی کے ساتھ معلوم کر لئے ہیں ۔ اور اب صرف انتہائی کوشش باقی ہے ۔"

اس طرح کے خیالات دل میں سوچتے ہوئے مسنر مارٹیمر نے کچھ کھایا ۔ وہ بنک میں جانے سے پیشتر کسی طرح ایک گھنٹہ کا عرصہ گذارنا چاہتی تھی ۔ تاکہ مارکوئیس آف ڈیلامور کے جانے کے بعد وہ فوراً ہی بنک میں نہ جائے ۔

کھانا کھا کر وہ اس کام کی تکمیل کی طرف متوجہ ہوئی ۔ جو اس کے پیش نظر تھا ۔ اور جس کی خاطر اس نے ایک جدا کمرہ اور سامان نوشت حاصل کیا تھا ۔

مارکوئیس کی تحریر نہایت بری تھی ۔ اس لئے مسنر مارٹیمر کو چھ سو پونڈ کی بجائے ساٹھ ہزار کی رقم بنا لینے میں دشواری نہیں ہوئی ۔ صرف دو صفروں کا اضافہ ۔ ۔ ۔ اور اس کا جعل مکمل ہو گیا ۔ چنانچہ اب اس کے ہاتھ میں ساٹھ ہزار پونڈ کا چیک تھا ۔ جس پر لکھا تھا ۔ اس کی رقم حامل کو ادا کر دی جائے ۔ کوئی خاص نام اس پر درج نہ تھا ۔

اس تبدیلی کے بعد عمر رسیدہ عورت کے بدنما چہرہ پر فاتحانہ کامیابی کی چمک نمودار ہو گئی ۔ مگر تھوڑی ہی دیر بعد اسے اپنا بدن اس طرح سرد ہوتا محسوس ہوا جیسے کوئی خوفناک سانپ کپڑوں کے نیچے اس کے بدن کے گرد لپٹ گیا ہو ۔ اس وقت وہ تمام احساسات تازہ ہو گئے ۔ جن سے وہ انیس سال پیشتر سر ہنری کورٹنی کے نام کی جعلسازی کے وقت متاثر ہو چکی تھی ۔

بڑی کوشش سے اس نے اس تکلیف دہ احساس کو رفع کیا ۔ اور اس کا مصمم ارادہ کر کے کہ اب زیادہ وقت غور و فکر میں ضائع نہ کرونگی ۔ تاکہ ایسا نہ ہو ۔ خیالات کی کمزوری پھر مجھے بزدل بنا دے ۔ اس نے گھنٹی بجائی ۔ اور قہوہ خانہ کی خادمہ کو بل کی رقم ادا کر کے وہاں سے رخصت ہوئی ۔

ساہوکار کی دوکان قریب تھی ۔ وہاں تک جاتے ہوئے اس نے جلد جلد اپنے دل میں

یہ سوچا کہ میرے کامیاب ہونے کا کس قدر امکان ہے ۔ یہ امر یقینی تھا ۔ کہ مارکوئیس دونو چکوں کے متعلق جو اس نے لارا اور مسز مارٹیمر کو دیئے ۔ دوکان کے منتظموں کو اطلاع دے چکا تھا اور اس کا ذرا بھی اندیشہ نہ تھا ۔ کہ لارا پیرس سے اس قدر جلد میرے پیچھے لندن میں آگئی ہوگی اور مجھ سے بھی پہلے اپنا چک پیش کر دیا ہو ۔ رہا جعل سازی کا معاملہ ۔ یا یوں کہنا چاہیئے کہ وہ تبدیلی جو اس نے چک میں کی تھی ۔ اس کی نسبت وہ ہر طرح مطمئن تھی ۔ سارے پہلوؤں کو پیش نظر رکھ کر وہ سمجھتی تھی مجھے اپنی اس چال میں ناکامی نہیں ہوگی ۔

ظاہر میں سکون برقرار رکھتے ہوئے ۔ مگر باطن میں دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ وہ دوکان کے اندر داخل ہوئی ۔ اس نے چک ایک کلرک کے روبرو پیش کیا جس نے اُسے غور سے دیکھا ۔ اور پھر اپنے افسر کو دکھانے لے گیا ۔ قریباً دو منٹ تک وہ واپس نہ آیا ۔ مگر دو منٹ کا یہ خفیف عرصہ عمر رسیدہ عورت کے لئے دو صدیوں کے برابر طویل ہوگیا ۔ اس عرصہ میں اتنے خوفناک احساسات اور روح فرسا خیالات اس کے دل میں پیدا ہوئے کہ اُن کی بدولت کسی نوجوان آدمی کے بال منٹوں میں سپید ہو جائیں تو تعجب نہیں ۔ کبھی اُس کے دل میں انتہائی امید اور کبھی نہایت خوفناک یاس پیدا ہوتی تھی ۔ کبھی وہ خوف زدہ ہو جاتی ۔ اور کبھی پھر اس کے چہرہ پر خوشی کے آثار نمودار ہوتے ۔ راحت اور پریشانی کا ایسا مشترکہ احساس اس کے دل میں تھا کوئی جانے اس کے سینہ پر ایک طرف پگھلا ہوا سیسہ رکھا ہوا تھا ۔ اور دوسری طرف برف کا تودہ

خیر دو منٹ کے بعد وہ کلرک واپس آیا ۔ اور مسز مارٹیمر نے اسکے چہرہ کو نہایت تیز متجسس نگاہ سے دیکھا ۔

معلوم ہوا وہ اب بھی ویسا ہی بااخلاق ہے ۔ جیسا پہلے تھا جس سے اس عیار بڑھیا نے سمجھ لیا کہ میں ہر طرح محفوظ ہوں ۔

اب دفعتاً مراجعانہ اثرات کی وجہ سے خوف کے رفع ہونیکا ایسا احساس اس کے دل میں پیدا ہوا ۔ جیسے اس شخص کو ہو سکتا ہے ۔ جو انتہا درجہ کی گہرائی میں سیاہ پانی کے نیچے دبے رہنے کے بعد یکایک سطح پر آجائے ۔ اور تازہ ہوا میں دم لینے لگے ۔ اور اُسے چاروں طرف سورج کی روشنی اور سر پر آسمان دکھائی دے ۔

کلرک نے اُس رقم کے لئے جو چک میں درج تھی ۔ بنک نوٹ گننے شروع کئے اور ساٹھ ہزار پونڈ کی بیش قرار رقم عمر رسیدہ عورت کے حوالہ کر دی چلتے وقت اس نے ہدایت کی کہ

میڈم آس پاس کئی طرح کے بدمعاش چھپے رہتے ہیں۔ اُن سے خبردار رہئیگا۔"

مسز مارٹیمر نے اس نصیحت کے لئے کلرک کا شکریہ ادا کیا۔ اور اب اس خوفناک امتحان سے گذرنے کے بعد جو اُسے پیش آچکا تھا۔ اس کا دل مارے خوشی کے پھولا نہ سماتا تھا۔

بہت دیر تک اِس بات کا یقین نہ ہو سکا۔ کہ میں نے اپنی تجاویز میں اس آسانی کے ساتھ کامیابی حاصل کر لی ہے۔

جب وہ دوکان کی ڈیوڑھی سے گذر رہی تھی۔ تو کسی نے اُسے نام لے کر بلایا۔ وہ چونکی اور تیزی کے ساتھ پیچھے کو مڑی۔

کیا دیکھتی ہے۔ کہ اس کے سامنے جیک رلی ڈاکٹر کھڑا ہے!

سلسلہ ثانی کی تیئیسویں جلد ختم ہوئی

دو باتیں
(۲)

فسانہ لندن کا یہ سلسلہ دو اور جلدوں پر ختم ہو جائے گا۔ یعنی کل ۲۵ جلدیں ہوں گی سوال یہ ہے کہ اس کی تکمیل پر کس کتاب کا ترجمہ شروع کیا جائے؟

بہترین کتابوں کے ترجمہ کا کام اتنا وسیع اور انسان کا پیمانہ ہستی اسقدر تنگ ہے۔ کہ جن کاموں کی آرزو کی جائے۔ ان کا عشر عشیر بھی مکمل نہیں ہو سکتا۔ تاہم ادائے فرض کے طور پر جو کچھ تھوڑا بہت۔ اچھا بُرا ہو سکتا ہے۔ اُسے سرانجام دیا جائے گا۔ بے شمار کتابیں پیش نظر ہیں۔ مگر پبلشر کا کام اپنی مرضی کو نہیں بلکہ خریداروں کے منشا کو مقدم رکھنا ہوتا ہے پس جس کتاب کو ناظرین پسند کریں۔ اسی کو منتخب کیا جائے گا۔

ایک کتاب جس پر سارے خریداروں کا اتفاق رائے سمجھا جا سکتا ہے وہ رینالڈس ہی کی اس کتاب کے چار سلسلے ہیں جن کی اشاعت پنجاب میں حکماً منع ہے۔ پس اگر اس کام کو ہاتھ میں لیا جائے تو یہ کام دہلی۔ لکھنؤ۔ بمبئی یا کلکتہ کسی مقام پر کرنا ہوگا۔ ظاہر ہے کہ یہ کام اتنا سہل نہیں جس قدر نظر آتا ہے۔ اس کے لئے بڑے اہتمام بڑے سرمایہ اور سب سے زیادہ خریداروں کی لامحدود ہمدردی کی ضرورت ہے۔ اور یہاں یہ حالت ہے۔ کہ کاغذ

کتابت اور طباعت کی گرانی کے باعث چند صفحات کی کمی ہوئی۔ تو اکثر اصحاب چیخ اٹھے حیرت ہے کہ لوگ باقی ضروریات زندگی کی قبول کرتے ہوئے کتابوں کی گرانی کیوں برداشت نہیں کر سکتے۔ اب قیمت گراں نہ کی جائے۔ تو دوسری صورت ضخامت کی کمی ہے اسے بھی لوگ منظور نہیں کرتے تو پبلشر کا خدا حافظ ہے۔

ہاں تو اس کتاب کی اشاعت کے لیے جس کے لیے پہلی شرط ترک وطن ہے۔ بہت سی باتوں کی ضرورت ہے۔ رسالوں اور اخباروں کے مالک آئے دن توسیع اشاعت کے ملتجی رہتے ہیں۔ مگر ہماری غیرت اور خودداری نے کبھی اس کی اجازت نہیں دی کہ دست سوال دراز کریں۔ اب بھی ہم اس ذکر کو چھیڑنا پسند نہ کرتے۔ مگر اس کتاب کی اشاعت کے لوازم زیر بحث آئے تو یہ بتانا لازم ہوا کہ اس کے شایقوں کا پہلا کام یہ ہوگا۔ کہ ہر شخص کم از کم دو نئے خریدار مہیا کرے۔ ناظرین سوچ لیں وہ اس بارہ میں کس حد تک ہماری مدد کر سکتے ہیں۔ اس کے بعد اپنے فیصلہ سے مطلع کریں۔

اس اثنا میں فسانہ لندن کی تکمیل "باپ کا قاتل" شایع ہوگا۔ جو صرف چند ماہ کا کام ہے۔ چونکہ ناظرین عرصہ سے اس کتاب کے منتظر تھے۔ اس لئے ضروری سمجھا گیا کہ اسے شایع کر دیا جائے۔ مگر سوال پھر وہی ہے کہ اس کے بعد کونسی کتاب ہاتھ میں لی جائے۔

دو صورتیں اور ہیں۔ ایک یہ کہ رینالڈس ہی کے باقی غیر مطبوعہ ناولوں کو ایک ایک کر کے شایع کیا جائے۔ دوسری یہ کہ باقی مصنفوں کی تصانیف کا انتخاب کیا جائے۔ مشہور فرانسیسی مصنف الگزینڈر ڈوماس نے ایک سلسلہ کتب لکھا ہے جس کا ترجمہ دربار پیرس کے اسرار کے نام سے کیا جا سکتا ہے۔ ایک اور کتاب رینالڈس کے استاد یوجین سو کی "جہاں نورد یہودی" ہے۔ جو تین سلسلوں پر ختم ہوتی ہے۔ سبھی کتابیں دلچسپ ہیں۔ مگر اس کا فیصلہ ناظرین ہی پر ہے کہ آغاز کس سے ہو۔

ناظرین سے ہماری عرض فقط اس قدر ہے۔ کہ ان میں سے جن کا ارادہ فسانہ لندن کے خاتمہ پر سلسلہ خریداری بند کرنے کا ہو وہ ابھی سے مطلع کر دیں (۲) جو آیندہ بھی تعلق قایم رکھنا چاہتے ہیں وہ بتلائے دیں کہ آیندہ کے لئے کونسی کتاب کا ترجمہ شروع کیا جائے (۳) یا صفحات کی کمی منظور کریں یا قیمت کا اضافہ (۴) توسیع اشاعت کا کام ہاتھ میں لیں اور سب سے آخر میں (اگرچہ سب سے بڑھ کر) (۵) تھوڑی سی ہمدردی کا ثبوت دیں۔ **لال برادرس پبلشر فسانہ لندن**

(جارج سٹیم پریس لاہور میں باہتمام لالہ الیشرداس پرنٹر چھپا)